خلاصة الابحاث فی مسائل المیراث

تعلیم المیراث

قدیم وجدید علم میراث کے حوالے سے جامع اور آسان مجموعہ

جو

مدارس عربیہ کے علماء وطلباء کے ساتھ ساتھ کالج ویونیورسٹی کے اساتذہ، طلباء و وکلاء

اور قانون دان حضرات کیلئے یکساں مفید ہے

مؤلف

مولانا مفتی محمد ایاز صاحب

رئیس جامعہ تبلیغ القرآن پشاور

اشاعت اکیڈمی

اشاعت اکیڈمی اینڈ پرنٹنگ ایجنسی پشاور 091-2580325

خلاصة الابحاث فی مسائل المیراث

تعلیم المیراث

قدیم وجدید علم میراث کا جامع اور آسان مجموعہ

مولانا مفتی محمد ایاز درانی

جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
(1	حق وراثت کی اہمیت	02
(2	تقسیم میراث میں کوتاہی	03
(3	تقسیم وراثت میں غلطیاں	05
(4	اسلام کا نظام وراثت	10
(5	تقسیم دولت	11
(6	اسلام کے نظامِ وراثت کی خصوصیات	12
(7	عورت کی نسبت مرد کا حصہ دوگنا کیوں؟	14
(8	یتیم پوتے کی وراثت	20
(9	جواز کی دلیل کا جائزہ	22
(10	مسئلے کا صحیح حل	23
(11	علم الفرائض کی اہمیت	24
(12	(ا)میراث کی تعریف	27
(13	مسئلہ عاق	36
(14	مسئلہ تقسیم درحیات	37
(15	وراثت سے دستبرداری	38
(16	وارثوں کا اجمالی بیان	39
(17	حجب	43
(18	وارثوں پر تقسیم کا اجمالی خاکہ	47
(19	وارثوں کے حصوں کا تفصیلی بیان	48

20)	عصبات	75
21)	عصبہ بنفسہ کے درمیان ترجیح کے تین طریقے	78
22)	جدول عصبات (ذوی الفروض سے بقیہ پانے والے ورثاء)	95
23)	ذوی الارحام	97
24)	جدول ذوی الارحام	101
25)	مسائل لکھنے، حصے نکالنے اور سہام لگانے کا طریقہ	104
26)	مسئلہ بنانے کا طریقہ	110
27)	عول اور رد	119
28)	عول	119
29)	ردّ	123
30)	مناسخہ (مسلسل غیر منقسم ترکہ)	135
31)	تخارج کا مسئلہ	145
32)	قرض خواہوں کے درمیان تقسیم ترکہ	149
33)	مُقاسمۃُ الجد	150
34)	حمل کا حصہ	151
35)	مفقود الخبر	155
36)	خنثیٰ مشکل	158
37)	مرگ انبوہ (غرقی، حرقی، ھدمیٰ)	160
38)	مرتد	162
39)	قیدی کی وراثت	164

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَعَدَ مِیْرَاثَ الْاَرْضِ بِعِبَادِہٖ الصَّالِحِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ قَالَ مَنْ تَرَکَ مَالاً فَلِوَرَثَتِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی عُلَمَآءِ الَّذِیْنَ ھُمْ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (حدید: ۱۰)

وَقَالَ تَعَالٰی

وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (نسآء: ۳۳)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْھَا النَّاسَ فَاِنَّھَا نِصْفُ الْعِلْمِ۔

(المستدرک، البیہقی، ابن ماجہ)

حق وراثت کی اہمیت:

وراثت کا تعلق اسلام کے ان احکام سے ہے جو قرآن وسنت میں وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ وراثت اصولی معاملہ ہے اس لئے اس کے احکام بھی صریح ہیں۔ اس مسئلہ کا تعلق اجتہاد سے نہیں ہے، اگرچہ جزوی مسائل میں اجتہاد بھی ہو سکتا ہے۔ وراثت کی اہمیت کے لئے یہی کہنا کافی ہے کہ ورثاء کے حصے اور بعض احکام قرآن میں تفصیل کے ساتھ وارد ہوئے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ وراثت کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (سورۃ النساء: ۳۳)

"ہر ایسے مال کے لیے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ جائیں ہم نے وارث مقرر کر دیے ہیں۔" ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ٥ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (سورۂ فجر: ۱۹، ۲۰)

"اور تم لوگ میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔"

اس کے بعد قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ان کو یاد کر کے ایسے جرائم سے باز آجاؤ۔ نبی کریمa کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثَ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(رواہ ابن ماجہ، رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

"جس شخص نے اپنے وارث کا حق مارا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے اس کے حصہ سے محروم کر دیں گے۔"

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ

هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَکَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا۔ فَیُعْطِیْ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یَقْضِیْ مَا عَلَیْهِ اَخَذَ مِنْ خَطَایَا فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ۔(رواہ مسلم)

"تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس نہ درہم ہے اور نہ کوئی سامان۔ تو آپؐ نے فرمایا درحقیقت میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نمازیں، روزے اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات لائے گا، مگر اس نے کسی کو گالی دی ہو گی اور کسی پر بہتان لگایا ہو گا اور کسی کا مال کھایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا، پس ان مظلوموں کو اس کی حسنات دی جائیں گی۔ اگر اس کی حسنات ادائے حقوق سے قبل ختم ہو گئیں تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے پھر اس کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد مبارک ہے:

اَیُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ کَلَّفَهُ اللّٰهُ عزوجل اَنْ یَحْفَرَهٗ حَتّٰی یَبْلَغَ اٰخِرَ سَبْعَ اَرْضِیْنَ ثُمَّ یُطَوَّقَهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یَقْضِیْ بَیْنَ النَّاسِ۔

(رواہ احمد)

"جس شخص نے کسی کے زمین سے ایک بالشت ظلماً لے لی، اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تکلیف دیں گے کہ وہ اس کو سات زمینوں کے آخر تک کھودے پھر قیامت کے دن کے آخر تک یعنی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے تک اس کو اس کا طوق پہنائیں گے۔"

تقسیم میراث میں کوتاہی:

یوں تو اسلامی تعلیم تمام معاملات میں ہی انسانی حقوق کی پوری ادائیگی پر زور دیتی ہے لیکن وارثوں کے حقوق ادا کرنے کی تاکیدیں خصوصیت کے ساتھ آئی ہیں۔ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے سورۃ نساء میں فرماتے ہیں کہ:

❖ ”اس طرز تقسیم کی حکمتوں کو اللہ جانتا ہے تم لوگ پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اور فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ان احکام میراث کی تعمیل کریں گے ان کو جنت میں جگہ دیں گے اور جو لوگ ان احکام کی تعمیل نہیں کرتے وہ دوزخ کے مستحق ہونگے۔“

اس تاکید کا سبب یہ ہے کہ وراثت سے حاصل ہونے والا حصہ براہِ راست حق تعالیٰ کا عطیہ ہے جس میں انسان کے کسی کسب و عمل کو دخل نہیں، اسی وجہ سے وراثت سے ملا ہوا مال اطیب الاموال کہلاتا ہے، جو شخص اس کی تقسیم میں قانون الٰہی کے مخالفت کرتا ہے وہ کئی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب و قہر کا مستحق ہوتا ہے۔

اول یہ کہ شاہی انعام جس کا حقدار کو پہنچانا اس کے ذمہ تھا، اس نے اس میں خیانت کی، دوسرا یہ کہ اس نے حقدار کو حق سے محروم کر کے ظلم کیا۔

تیسرا یہ ظلم جو وراثت کی تقسیم میں ہوتا ہے نسلوں تک چلتا ہے اور اس کا وبال اس شخص پر رہتا ہے جس نے سب سے پہلے اس تقسیم میں خیانت کی ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیت ایک بڑی خوفناک آیت ہے جس میں اُن لوگوں کو ہیشگی کے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قانونِ وراثت کو تبدیل کریں، یا اُن دوسری قانونی حدوں کو توڑیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر مقرر کر دی ہیں۔

لیکن افسوس کی بات ہے کہ اس قدر سخت وعید کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں نے بڑی جسارت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قانون کو بدلا اور اس کی حدوں کو توڑا۔

اس قانونِ وراثت کے معاملے میں جو نافرمانیاں کی گئی ہیں وہ اللہ کے خلاف کھلی بغاوت کی حد تک پہنچتی ہیں۔ کہیں عورتوں کو میراث سے مستقل طور پر محروم کیا گیا۔ کہیں صرف بڑے بیٹے کو میراث کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ کہیں سرے سے تقسیم میراث ہی کے طریقے کو چھوڑ کر ”مشترک خاندانی جائیداد“ کا طریقہ اختیار کر لیا گیا۔ کہیں عورتوں اور مردوں کا حصہ برابر کر دیا

گیا۔ اور اب ان پُرانی بغاوتوں کے ساتھ تازہ ترین بغاوت یہ ہے کہ بعض مسلمان ریاستیں اہل مغرب کی تقلید میں ”وفات ٹیکس “(Death Duty)اپنے ہاں رائج کر رہی ہیں، جس کے معنٰی یہ ہے کہ میت کے وارثوں میں ایک وارث حکومت بھی ہے جس کا حصہ رکھنا نعوذ باللہ، اللہ میاں بھول گئے تھے !

حالانکہ اسلامی اصول کے مطابق پر اگر میت کا ترکہ کسی صورت میں حکومت کو پہنچتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ کسی مرنے والے کا کوئی قریب وبعید رشتہ دار موجود نہ ہو اور اس کا چھوڑا ہوا مال تمام اشیائے متروکہ کی طرح داخل بیت المال ہو جائے یا پھر حکومت اس صورت میں کوئی حصہ پاسکتی ہے جب کہ مرنے والا اپنی وصیت میں اس کے لئے کوئی حصہ مقرر کر جائے۔

مگر افسوس کہ آجکل مسلمانوں میں اس معاملے میں بھی انتہائی غفلت اور سخت کوتاہیاں پائی جاتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ اہل علم اور اہل دین عوام کو اس پر متنبہ کرنے کیلئے پوری کوشش صرف کریں۔

شریعت کے مطابق تقسیم وراثت میں بڑی کوتاہیاں ہوتی ہیں، اچھے اچھے دیندار گھرانے اس مہلک مرض میں مبتلا ہیں، دنیا کی محبت میں پھنس کر اپنی عاقبت برباد کر بیٹھتے ہیں، اس لئے شریعت کے مطابق تقسیم وراثت کی اہمیت اور اس میں جو غلطیاں کی جاتی ہیں، ان میں سے چند غلطیوں کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

تقسیم وراثت میں غلطیاں:

۱: مسلمانوں میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو دنیائے فانی کی محبت میں پھنس کر تقسیم وراثت کے شرعی اصول پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں، پھر اگر خود کو گنہگار سمجھتے ہوئے انحراف کیا تو بھی فسق اور گناہ عظیم ہے۔

۲: بعض جگہوں پر یہ دستور ہے کہ بیوہ اگر دوسرا نکاح کرلے تو اسے میراث سے محروم کر دیتے ہیں، اس لئے وہ بیچاری اپنا حصہ میراث محفوظ رکھنے کی خاطر دوسرا نکاح نہیں کرتی اور عمر بھر بیوگی کے مصائب برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ مرحوم شوہر کے اعزہ واقرباء کے لئے شب وروز طرح طرح کے مظالم کا تختہ مشق بنی رہتی ہے۔

۳: سندھ میں یہ رواج بھی ہے کہ جو عورت شوہر کے قبیلہ سے نہ ہو، اسے حصہ میراث نہیں دیتے، یہ بھی بڑا ظلم اور جہالت ہے، بیوی کا حصہ قرآن کریم نے بہر حال فرض کیا ہے، خواہ وہ شوہر کے خاندان سے ہو یا کسی دوسرے خاندان سے۔

۴: یہ جرم تو اکثر دیندار اور اہل علم گھرانوں میں بھی پایا جاتا ہے کہ بہنوں سے حصہ میراث معاف کروالیتے ہیں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ بہنوں کے معاف کرنے سے آپ ہرگز بری الذمہ نہیں ہوسکتے، اولاً تو اس لئے کہ بہنیں جاہلیت کے رواج کے مطابق حصہ میراث طلب کرنے کو بہت معیوب سمجھتی ہیں اور بھائیوں کی ناراضی اور لوگوں کے طعن وتشنیع سے ڈرتی ہیں۔ کافرانہ رواج نے ظلم عظیم کے ساتھ ساتھ ان مظلوم عورتوں کی زبان بندی کر رکھی ہے اور وہ بیچارگی کے عالم میں بزبان حال پکار رہی ہیں۔

یہ دستورِ زباں بندی عجب ہے تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

اگر ایسا ظالم دنیوی عذاب سے بچ بھی گیا، تو حساب وکتاب کا ایک دن یقیناً آنے والا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ اَكْبَرُ (سورہ القلم: ۳۳)

”یقیناً آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے۔“

غرض یہ کہ بہنوں کا اولاً تو ان کا بادل ناخواستہ محض زبان سے معاف کرنا ہی شرعاً معتبر نہیں۔ ثانیاً اگر شاذ ونادر کوئی عورت بشرح صدر وطیبِ خاطر بھی معاف کردے تو بھی یہ معاف

کرنااور کرانا گناہ سے خالی نہیں، کیونکہ اس میں خلاف شرع ہندوؤں کی ظالمانہ رسم کی ترویج وتائید ہوتی ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔ثالثاً یہ معاف کرنا شرعی اصول کے خلاف ہے،اس لئے کہ حق معاف کرنا یا چھوڑنا یا ساقط کرنا یا بری کرنا یا بخش دینا وغیرہ الفاظ سے صرف قرض معاف ہوتا ہے، ان الفاظ سے متعین چیز کی تملیک نہیں ہوتی، متعین چیز کی تملیک کیلئے ہبہ، عطیہ، ہدیہ یادینا وغیرہ کے الفاظ وضع ہیں، مگر ترکہ میں ان الفاظ سے بھی تملیک نہیں ہوتی، کیونکہ ایسی مشترک چیز جو تقسیم کے بعد بھی قابل انتفاع رہے اس کا ہبہ شرعاً صحیح نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً عید وغیرہ کے مواقع پر بہنوں کو جو ہدایا دینے کا دستور ہے وہ اس کے عوض میں اپنا حصہ میراث بھائیوں کو دے دیتی ہیں، یہ خیال بھی غلط ہے،اس لئے کہ اس بیع پر بہنوں کی رضامندی نہیں پائی جاتی بلکہ وہ رواج کے مطابق مجبور ہیں، نیز مختلف مواقع پر دیئے جانے والے ہدایا کی مقدار اور جنس اور مالیت مجہول ہے، لہٰذا یہ بیع صحیح نہیں، غرضیکہ حرام کو حلال بنانے اور بے زبان مظلوم بہنوں کا حصہ میراث ہضم کرنے کیلئے جو چالیں بھی چلی جاتی ہیں وہ سب شرعاً مردود اور باطل ہیں۔

۵ میت کی یادگار کے طور پر کسی چیز کو معمولی سمجھ کر یا متبرک سمجھ کر بعض وارث ترکہ میں سے بعض اشیاء پر دوسرے وارثوں کی رضامندی کے بغیر قبضہ کر لیتے ہیں، یہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے جو حقوق العباد ہونے کی وجہ سے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا خواہ وہ ادنیٰ سی چیز ہی کیوں نہ ہو، پھر اگر وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہے تو اس سے معاف کروانے پر بھی معاف نہ ہوگا جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔ ایسا تبرک حاصل کر کے عذاب جہنم اختیار کرنا کتنی بڑی حماقت اور ناعاقبت اندیشی ہے، البتہ اگر سب وارث عاقل وبالغ ہوں اور سب کی طیب خاطر سے رضامندی کا پورا یقین ہو تو کچھ حرج نہیں۔

۶: میت کو قبرستان لے جاتے وقت جو چادر جنازہ کے اوپر ڈالی جاتی ہے، کفن میں سے کچھ کپڑے کا مصلّٰی بنایا جاتا ہے جس پر نماز پڑھانے والا (امام) کھڑا ہوتا ہے اور بعد میں نماز جنازہ پڑھانے والے یا غسل دینے والے کو دیدیا جاتا ہے، نیز قبر میں رکھنے کے لئے روح کیوڑہ، عرق گلاب اور اگربتی وغیرہ ساتھ لے جاتے ہیں، یہ امور دین میں زیادتی اور بدعت ہونے کے علاوہ اس لئے بھی ناجائز ہیں کہ یہ مال، شرعی تجہیز و تکفین سے زائد ہونے کی وجہ سے ترکہ کا حصہ ہے جس کے احکام اور اس میں احتیاط کی تاکید واہمیت اوپر بیان ہوئی۔

۷: اسی طرح بعض جگہ میت کے غسل کے لیے نئے برتن خریدے جاتے ہیں پھر کسی کو دیئے جاتے ہیں یا تھوڑ دیئے جاتے ہیں یہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں بھی یتیموں اور غائب وارثوں کا حق وابستہ ہے۔ لہٰذا گھر کے موجود برتنوں سے غسل دیا جاسکتا ہے۔ میت کے وہ کپڑے جو زندگی میں پہنتا رہا وہ بھی ترکہ میں شامل ہے، بغیر حساب کتاب کے یا تمام ورثاء کی رضامندی کے بغیر یونہی صدقہ کرنا بھی جائز نہیں۔

۸: میت کو ایصال ثواب کے لئے ترکہ میں سے مال خرچ کرنا، مہمانوں کی خاطر تواضع اور صدقہ وخیرات کرنا بھی جائز نہیں۔ اس میں بھی وہی قباحتیں ہیں کہ سب وارثوں کی رضامندی حاصل کی جاتی، بعض وارث غائب ہوتے ہیں تو بھی بغیر ان کی اطلاع ورضا کے مال خرچ کر دیا جاتا ہے، اگر سب کی رضا حاصل کرنے کی کوشش بھی کی گئی تو طیبِ خاطر سے سب کی رضامندی حقیقی نہیں، پھر اگر وارثوں میں کوئی نابالغ یا دیوانہ ہو تو اس کی رضا سے بھی اس کا مال خرچ کرنا جائز نہیں اور یتیم کا مال کھانے پر تو قرآن کریم میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

۹: بعض مرتبہ کوئی وارث خود کو سب کا بڑااور متولی سمجھ کر پورے ترکہ پر جبراً قابض و متصرف رہتاہے اوراس میں من مانی کاروائی کرتاہے، دوسرے وارثوں کے مطالبہ پر بھی تقسیم نہیں کرتا، اور یتیموں کے مال میں تصرف کرنے سے نہیں ڈرتا۔ فَمَآ اَصۡبَرَهُمۡ عَلَى النَّارِ " یہ لوگ جہنم کی آگ پر کتنے صابراور جری ہیں۔" اَعَاذَنَااللّٰہُ مِنۡھَا۔

۱۰: اگر وارثوں میں کوئی نابالغ یا مجنون ہو تو تقسیم ترکہ اور اس میں تجارت، اور زمین میں زراعت وغیرہ تصرفات کا مختار صرف ولی یعنی باپ، پھراس کا وصی، پھر دادا، پھراس کا وصی اور پھر مسلمان حاکم ہے، صغیر(نابالغ) کی زمین بیچنے کا اختیار بجز چند مخصوص صورتوں کے ولی کو بھی نہیں، ماں بھائی اور چچاوغیرہ کو تقسیم ترکہ اوراس میں تجارت وزراعت وغیرہ کی اجازت نہیں، البتہ ان کے مال کی حفاظت، بیع منقول بغرض حفاظت اوران کی خوراک، پوشاک وغیرہ ضروریات خریدنے کی اجازت ہے بشرطیکہ صغیران کی پرورش میں ہو۔

۱۱: اسی طرح کوئی وارث لاپتہ ہو تو تقسیم ترکہ اوراس کے حصہ میں تصرف کااختیار صرف حاکم مسلمان کو ہے، حاکم کی عدم موجودگی میں پھر شہر کے دیانتدار لوگ کسی کو متولی بنا دیں۔

اسلام کا نظام وراثت:

اس دور میں جب کہ اسلام کو سیاسی، عسکری اور اقتصادی میدانوں میں ایک سے ایک بڑھ کر خطرات کا سامنا ہے، اسلامی معاشرہ اور مسلم خاندان بڑی حد تک ان خطرات سے ابھی تک محفوظ ہیں۔ اس کی بڑی وجہ اسلام کا خاندانی نظام ہے۔ اس نظام کے استحکام اور بقاء میں جہاں شریعت کے دوسرے عائلی احکام نے اپنا کردار ادا کیا ہے وہاں وراثت و وصیت کے محکم اور پائیدار اصولوں کا حصہ بھی اس میں کم نہیں۔

اسلام کا عائلی نظام عین نظام فطرت ہے، یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں غیر ملکی اور غیر مسلم اقتدار اعلیٰ بھی مسلم اکثریتی علاقوں میں اسلام کے نظام وراثت کو بڑی حد تک علی حالہ نافذ رکھنے پر مجبور رہا۔ یہ اس کے عین نظام فطرت کے مطابق ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے۔

اسی نظام کی بدولت خاندان کے جملہ ارکان کا تعلق ایک دوسرے سے مستقل بنیادوں پر قائم رہتا ہے۔ یہی وہ غیر حسی لیکن موثر رابطہ ہے جس کے ذریعے ایک دوسرے سے ہزاروں میل دور رہنے والے اعزہ واقارب بھی ایک دوسرے کے قریب رہتے ہیں۔ اس ناقابل انقطاع رابطے کا تعلق لوگوں کی پسند وناپسند سے نہیں بلکہ ان کے خونی اور صہری رشتوں اور احکام الٰہی کے تقدس سے ہے۔ ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے پاس یہ ایک بیش بہا اثاثہ ہے جس کی اہمیت کا خود امت نے بہت کم ادراک کیا ہے۔

کرہ ارض پر غیر معمولی سیاسی تبدیلیوں نے ممالک وملل کی اقتصادیات پر بڑے تیز رفتار اثرات رقم کئے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں افراد کی ایک مختصر جماعت کسی ملک کے وسائل کے اکثر اور اہم حصے پر قابض ہو کر ملک کی آبادی کو معاشی غلام بنا لیتی ہے۔ اس رجحان کے تدارک کی مفصل عملی تدابیر کی نشان دہی توان ملکوں کے حکماءِ اقتصاد اور فلاسفۂ سیاست کے ذمہ ہے لیکن یہ کہنا

غلط نہ ہو گا کہ اسلام کا نظام وراثت اس استحصالی رجحان کے راستہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔اس لیے آج اسلام کے نظام وراثت کی اہمیت شاید پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو گئی ہے۔

تقسیم دولت:

اسی طرح دولت کے ارتکاز کو ممکنہ حد تک کم کرنے کے لئے اسلام نے کئی ذرائع وضع کئے ہیں۔انہی میں سے ایک ذریعہ ''وراثت'' ہے۔کسی شخص نے اپنی زندگی میں کتنی ہی دولت کیوں نہ کمائی ہو،اوراس دولت کو کتنا ہی سینت سینت کر کیوں نہ رکھا ہو،اس کے مرتے ہی سب کچھ اس کے وارثوں کی ملکیت قرار پاتا ہے۔ورثاء میں بیوی اور اولاد ہی نہیں،ماں باپ بھی ہوتے ہیں۔بعض حالات میں بھائی بہن بھی وراثت میں سے اپنا حصہ حاصل کرتے ہیں اور بعض حالات میں توپوتے،پوتیاں اور نواسے،نواسیاں تک حصہ دار بن جاتے ہیں۔یہ سلسلہ میت کی حالت بدلنے سے بھتیجے،بھتیجوں سے ہوتا ہوا بسااوقات دور کے اعزہ واقرباء تک جاپہنچتا ہے۔

معاشرتی اونچ نیچ ایک حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے،چنانچہ ہر مال دار مرنے والے شخص کے ورثاء میں مال دار اور آسودہ حال ہی نہیں،مفلس اور قلاش بھی ہو سکتے ہیں جو مرنے والے کے ترکے سے اپنی مفلسی یاامارت کی نسبت سے نہیں بلکہ میت کے ساتھ رشتے کے اعتبار سے حصہ وصول کرتا ہے۔اس طرح اسلام کے نظام وراثت کے تحت ہر شخص خود کمانے کے علاوہ دوسروں کے مرنے پر بھی کچھ نہ کچھ حاصل کرتا ہے۔یوں مفلس کا افلاس دور ہوتا ہے،آسودہ حال بہتر انداز میں زندگی گزارتا ہے اور صاحب ثروت کے اثاثوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔یہ سب افراد اپنا مال ودولت اپنی زندگی میں استعمال کرنے کے حق دار ہیں،ان کی موت کے بعد یہ سلسلہ ایک بار پھر شروع ہو جاتا ہے اور یوں مال ودولت کی تقسیم کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔

اسلام میں تقسیم دولت کے اور بھی کئی ذرائع ہیں لیکن ان میں سے بیشتر اختیاری ہیں۔ جیسے ایک ذریعہ زکٰوۃ بھی ہے لیکن زکٰوۃ کی صورت میں مال کا مالک اپنے مال پر تصرف کے کلی اختیارات رکھتا ہے، چنانچہ وہ اموال باطنہ پر زکٰوۃ ادا کرے یا نہ کرے، یہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے۔اسی طرح خیرات بھی مکمل اختیاری طریقہ ہے جس میں مفلس مال دار سے کچھ مانگ تو سکتا ہے،اسے دینے پر مجبور نہیں کر سکتا، لیکن وراثت ارتکاز دولت ختم کرنے کا وہ موثر ذریعہ ہے جس میں مال کے حق دار ایک فریق کے طور پر قانوناً اپنا حق وصول کرتے ہیں۔وراثت میں میت کا رشتہ دار اپنے نسبتی حصہ کا مالک بن جاتا ہے، صرف اسے قبضہ دلانا باقی ہوتا ہے۔

اسلام نے جن ورثاء کے حصے مقرر کر دیئے ہیں ان کے حق میں میت کا اپنی زندگی میں مزید وصیت کرنا ناجائز ہے تاکہ دولت کی تقسیم منصفانہ ہو اور کوئی شخص اپنی اولاد یا دوسرے عزیز رشتہ داروں کے حق میں وصیت کر کے باقی حقداروں کو ان کے حصے سے محروم نہ کر سکے۔

اسلام کے نظامِ وراثت کی خصوصیات:

اسلام کے نظامِ وراثت کی بعض ایسی خصوصیات ہیں جو دیگر نظاموں میں ہمیں نظر نہیں آتیں۔ذیل میں ایسی چند خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے:

- اسلام نے وُرثا کی ایک بڑی تعداد کو ترکہ میں حصہ دار بنا کر ایک جگہ جمع ہو جانے والی دولت کو پھیلایا اور اسے گردش میں لایا ہے۔اس سے ایک طرف بڑے بڑے سرمائے ایک جگہ جمع ہو رہنے کے بجائے مختلف چھوٹی چھوٹی ملکیتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں، تو دوسری طرف خاندان کی اکائی مضبوط ہوتی ہے اور اس میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ملکیت کے حوالے سے حسد و کینہ پروری اور کدورت کے عوامل ختم ہو جانے کی وجہ سے خاندان متحد و منظم رہتا ہے۔

- ❖ اسلام کے نقطۂ نظر سے ترکہ کی تقسیم ناگزیر ہے۔ کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنے ترکہ میں سے حصہ پانے والے کسی وارث کو اس سے محروم یا عاق (Disinherit) نہیں کرسکتا۔ وارث کو ہر صورت میں میت کے ترکہ میں سے حصہ مل کر رہے گا، بشرطیکہ اس میں اس حصہ پانے کی شرائط پائی جائیں۔ البتہ وارث کسی ایک یا تمام وُرثا کے حق میں آزادنہ مرضی سے اپنے حصے سے دست بردار ہو سکتا ہے۔
- ❖ اسلام نے حصوں کی کمی بیشی میں قرابت داری کو بنیاد بنایا ہے۔ چنانچہ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہے وہ نسبتاً دور والے رشتہ دار کو حصہ پانے سے محروم کردے گا یا اس کے مقابلے میں زیادہ حصہ پائے گا لہٰذا باپ کو بھائی پر فوقیت دی گئی ہے۔
- ❖ اسلامی قانون وراثت میں میت کے ترکہ میں سے حصہ پانے والوں کا تعین خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ترکے کی تقسیم کا اختیار مورّث (میت) کو نہیں دیا، اس لیے کہ انسان پر خواہشات نفس کا غلبہ ہو سکتا ہے جن کی بنا پر وہ کسی وقتی جذبے کے تحت ترکے کے بعض حق داروں کو یا تو بالکل محروم کرسکتا ہے یا پھر بلا جواز ان کے حصوں میں کمی کرسکتا ہے۔ اس لیے شریعت اسلامیہ نے وُرثا اور ان کے حصوں کا تعین فرما کر اس بات کا سد باب کردیا ہے۔
- ❖ اسلام نے قانون میراث کے ذریعے کمزور افراد، عورتوں اور بچوں کو ان کے حقوق دیے اور ان کا خاطر خواہ تحفظ کیا، جبکہ دیگر مذاہب اور تہذیبوں میں عورت اپنے جائز حق وراثت سے محروم رہی ہے اور عموماً اسے نظر انداز کیا گیا ہے۔
- ❖ اسلام نے بعض صورتوں میں ضرورت واحتیاج کو حصوں میں کمی بیشی کی بنیاد بنایا ہے، اسی لیے بیٹی کا حصہ اس کے بھائی کے مقابلے میں آدھا رکھا گیا ہے اس لیے کہ اسے مال ملکیت کی زیادہ ضرورت ہے، اس کی مالی ذمہ داریاں بیٹی کے مقابلے میں بہت زیادہ

ہیں۔اس نے اپنی بیوی کو مہر دینا ہوتا ہے، اپنے بیوی بچوں، والدین، بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کی اگر وہ تنگ دست ہوں، کفالت کرنا ہوتی ہے۔ جبکہ عورت پر اس طرح کی کوئی ذمہ داری اسلام نے نہیں ڈالی، بلکہ ولادت سے وفات تک اس کی کفالت کی تمام تر ذمہ داری مرد پر رکھی گئی ہے۔ چنانچہ عدل وانصاف کا تقاضا یہی تھا کہ اس کا حصہ بھی اس کے بھائی کے مقابلے میں کم رکھا جائے۔

ضرورت واحتیاج کے اسی اصول کے پیش نظر اسلام نے متوفّٰی کے بیٹے کا حصہ اس کے باپ کے حصے سے زیادہ رکھا ہے۔اس لیے کہ بیٹا نو عمر ہے،اسے ابھی زندگی کے مسائل ومشکلات اور ذمہ داریوں کا سامنا کرنا ہے، جبکہ باپ بوڑھا اور کمزور ہے،اسے اتنا ہی مال درکار ہے جس سے وہ اپنے بڑھاپے کی حفاظت کر سکے اور ضروریات زندگی کے لیے اسے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔

عورت کی نسبت مرد کا حصہ دوگنا کیوں؟

اسلام میں عورت کے حصے کا مرد سے آدھا ہونے پر مغرب کے طرز فکر سے متاثر حضرات کی طرف سے شبہات اور اعتراضات کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ عورت کے ساتھ صنفی تخصیص روا رکھی گئی ہے، یا یہ کہ عورت کو آدھے مرد کے برابر قرار دیا گیا ہے، یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مرد کو دو حصے دیے جائیں اور عورت کو ایک، جبکہ عورت زیادہ قابل رحم اور مالی اعانت کی زیادہ مستحق ہے۔ وہ مردوں کی طرح تجارت وزراعت نہیں کر سکتی، شوہر کی دست بستہ غلام ہے، بچوں کی پرورش کرنے والی ہے۔ علاوہ ازیں حمل کی گرانی، وضع حمل کی تکلیف اور رضاعت کی محنت ومشقت اسے بالکل ناتواں کر دیتی ہے۔اس لیے اس کا حصہ تو زیادہ ہونا چاہیے تھا اور اگر زیادہ نہیں کم از کم مرد کے برابر تو ضرور ہونا چاہیے تھا!

ان سارے اعتراضات کی وجہ دراصل ہماری کم علمی اور ہمارے ہاں عورت کی موجودہ ابتر معاشی حالت ہے جس کا سبب اسلامی نظام میراث نہیں، بلکہ ہمارا اپنا بنایا ہوا معاشرہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں آج تک عملی زندگی میں عورت کے حق وراثت کو تسلیم نہیں کیا گیا، اور عموماً عورتوں کو ان کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے، خصوصًا بیٹیاں کہ انہیں بوقت شادی جہیز کی صورت میں کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا جاتا ہے اور انہیں خاندانی جائداد اور وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا کرنے والا صراحتًا اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے۔

❖ اسلام میں عورت کا حصہ میراث نصف مقرر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمت کارفرما ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس نظام کی مصالح اور حکمتوں کو کماحقہ سمجھنا ہماری ناتواں عقل سے باہر ہے۔ بایں ہمہ اگر غور کیا جائے تو اس حکم کی حسب ذیل مصلحتیں سامنے آتی ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ نے مرد کو دوگنا حصہ اس کی ذمہ داریوں کی وجہ سے دیا ہے، کیونکہ زندگی میں زیادہ تر معاشی، تعلیمی اور تربیتی ذمہ داری بنیادی طور پر مردوں پر ہیں، جن سے عورت بالکل مستثنیٰ ہے، بلکہ خود عورت کی اپنی کفالت کا بار بھی شادی سے پہلے اس کے سرپرست (باپ، بھائی) پر رکھا گیا ہے اور شادی کے بعد خاوند یا اس کی اولاد پر، ایسی صورت میں دونوں کو مساوی حقوق دینا کس طرح قرینِ انصاف تھا۔

۲: میراث میں آدھے حصے کی تلافی بھی اسلام کرتا ہے، وہ اس طرح کہ ایک تو بیوی کو شوہر سے مہر دلواتا ہے جو کہ بلا شرکت غیرے صرف اسی کا ذاتی حق ہے۔ دوسرے یہ کہ شادی میں جو مال وزر اور تحفے تحائف دیے جاتے ہیں، اس کی مالک بھی وہ خود ہی ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس کوئی جائداد وغیرہ ہے، تو وہ صرف اسی خاتون کا حق ہے، کوئی اسے

اس کے خاوند یا بچوں پر خرچ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا، جبکہ مرد قانوناً اپنے حصے کے مال و دولت کو دوسروں پر خرچ کرنے کا پابند ہے۔

ماں باپ کی طرف سے ملنے والا حصہ بھی ذاتی طور پر اسے مل جاتا ہے اور اسے اپنے بچوں یا شوہر کی کفالت بھی نہیں کرنی پڑتی۔

۳: قانون وراثت میں اصل اہمیت چونکہ نسب کو دی جاتی ہے، اس لیے اس ضابطے کے تحت ضروری نہیں کہ مرد کو زیادہ حصہ ہی ملے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک عورت مورّث (میت) سے قریبی تعلق رکھتی ہو اور اس مرد سے زیادہ حصہ پائے جو مورّث کا دور کا رشتہ دار ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت اپنے خاندان (والدہ، والد، بھائی، بہن وغیرہ) سے بھی وراثت میں حصہ پاتی ہے اور اپنے خاوند کے خاندان (خاوند اور اپنے بیٹے، بیٹیوں وغیرہ) سے بھی۔

۴: اسلام کی جانب سے عورتوں کی مزید عزت افزائی کا مظہر یہ ہے کہ اس نے تقسیم میراث میں حصہ نسواں کو اصل پیمانہ قرار دیا ہے اور اس کی نسبت سے مردوں کا حصہ بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (النساء: ۱۱) ''تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے''۔

۵: پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مستحقینِ میراث میں کچھ لوگ وہ ہیں جو دوسرے وارثین کی موجودگی میں میراث سے بالکلیہ مرحوم ہو جاتے ہیں، مثلاً بھائی جو باپ کی موجودگی میں محروم رہتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ وہ ہیں جو بالکلیہ تو محروم نہیں ہوتے البتہ ان کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔ چھ وارثین ایسے ہیں جو کسی بھی حال میں میراث سے

بالکلیہ محروم نہیں ہوتے: شوہر، بیٹا، باپ، بیوی، بیٹی اور ماں۔اس فہرست میں اگر تین مرد ہیں تو تین عورتیں بھی ہیں۔

اس کے علاوہ میراث میں اصحاب الفروض کے جو حصے متعین کیے گئے ہیں، ان کے مستحقین میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں دوگنا ہے۔

نیز تقسیمِ میراث کے متعدد حالات ایسے ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہوتا ہے اور ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہوتی۔ جیسے: نرینہ اولاد کی موجودگی میں ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ میت کے اصول (باپ، دادا) اور فروع (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی۔۔۔) میں سے کوئی موجود نہ ہو اور اس کے اخیافی (ماں شریک) بہن، بھائی ہوں تو سب ایک تہائی میں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔

۶: البتہ جن صورتوں میں عورت کا حصہ مرد کے حصے کا نصف یعنی کم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ پورے قانون میں معاشی، معاشرتی اور قانونی ذمہ داریوں کا بار چونکہ زیادہ تر مرد پر ہی عائد کیا گیا ہے، اس لیے عورت کو مرد کے مقابلے میں اکثر اوقات نصف حصہ یا نصف رتبہ دیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر وراثت، دیت اور قانونِ شہادت وغیرہ میں عورت کا حصہ کئی جگہ مرد کے مقابلے میں نصف رکھا گیا ہے، مگر اس کا مطلب عورت کے درجے اور رُتبے میں کمی ہرگز نہیں، بلکہ بے شمار دوسرے مواقع پر عورت کا درجہ زیادہ یا مساوی رکھا گیا ہے۔ مثلاً علم و عمل اور اُخروی اجر و ثواب کے حصول میں دونوں میں کوئی فرق نہیں، جبکہ خدمت و اطاعت میں اولاد کے لیے والدہ کا درجہ زیادہ ہے۔ اولاد میں سے دُختری اولاد کی پرورش، تربیت اور نگہداشت پر لڑکوں کی نسبت زیادہ اجر و ثواب ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے عورت کا درجہ مرد سے

بڑھا دیا ہے۔اس طرح شریعت نے دونوں کے مابین توازن اور اعتدال قائم رکھا ہے جو صحت مند معاشرے کے لیے ضروری ہے۔

عورت کو اصولی طور پر وراثت میں سے اپنے مرد رشتہ دار کی نسبت نصف حصہ ملتا ہے تاہم بعض معاملات میں یہ اصول تبدیل ہو جاتا ہے مثلاًاس صورت میں کہ مرنے والے نے نہ تو کوئی اولاد یا بیوی وارث چھوڑی ہو اور نہ ہی اس کا باپ یا ماں زندہ ہو تو اس صورت میں اگر اخیافی بہن بھائی ہوں تو انہیں برابر چھٹا چھٹا حصہ وراثت میں سے ملے گا، جس میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں۔

اگر مرنے والے کے بچے بھی موجود ہوں تو اگر ماں اور باپ زندہ ہیں تو انہیں بھی چھٹا، چھٹا حصہ وراثت ملے گی۔ بعض صورتوں میں عورت کو مرد کی نسبت دوگنا وراثت بھی ملتی ہے یعنی اس صورت میں کہ مرنے والی عورت ہو اور اس کے نہ تو بچے ہوں اور نہ ہی بھائی یا بہنیں بلکہ صرف شوہر ہو اور مرنے والی کے ماں باپ ہوں تو شوہر کو بیوی کے ترکے کا نصف ملتا ہے،ماں کو تیسرا حصہ جبکہ باپ کو باقی یعنی چھٹا حصہ ملتا ہے۔آپ نے دیکھا کہ اس معاملے میں عورت کا حصہ مرد سے دوگنا ہے۔

یہ بات درست ہے کہ اسلام میں اصولی طور پر عورتوں کا وراثتی حصہ مردوں کی نسبت آدھا ہوتا ہے مثلاً:

۱: بیٹی کو بیٹے کی نسبت نصف ورثہ ملتا ہے۔

۲: متوفی کے بچے نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو شوہر کے ورثہ سے چوتھا حصہ جبکہ بیوی کے ترکہ سے شوہر کو آدھا حصہ ملتا ہے۔

۳: اگر متوفی کے بچے ہوں تو بیوی کو شوہر کے ترکے سے آٹھواں اور شوہر کو بیوی کے ترکہ سے چوتھائی ملتا ہے۔

۴: اگر متوفی بے اولاد ہو تو اس کے ماں باپ بھی فوت ہو چکے ہوں تو اس کی بہن کو وراثت میں جو حصہ ملتا ہے وہ بھائی کی نسبت نصف ہوتا ہے۔

الغرض مرد کو عورت کی نسبت دوگنی وراثت اس لئے ملتی ہے کہ گھر چلانے کی ذمہ داری مرد پر ہے:

یہ اس لئے کہ اسلام میں عورت پر کوئی مالی ذمہ داری نہیں اور تمام گھریلو اخراجات کا بوجھ مرد کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ شادی سے پہلے عورت کی رہائش، کپڑا اور دوسری مالی ضروریات کی کفالت باپ اور بھائی کی ذمہ داری ہے اور شادی کے بعد یہ ذمہ داری شوہر یا پھر بیٹے کی ہے کہ وہ اس کے اخراجات کا بوجھ برداشت کریں۔

اسلام نے اپنے خاندان کے اخراجات کا ذمہ دار مرد کو قرار دیا ہے اور اسی لئے ان کے ساتھ امداد کیلئے وراثت میں ان کا حصہ عورت سے دوگنا رکھا گیا۔

مثلاً ایک آدمی کے فوت ہو جانے کے بعد اس کا ڈیڑھ لاکھ روپے کا ورثہ اس کے دو بچوں (ایک بیٹا ایک بیٹی) میں اس طرح تقسیم ہو گا کہ ایک لاکھ روپے بیٹے اور 50 ہزار روپے بیٹی کو ملیں گے۔ یقیناً بیٹے کو ایک لاکھ روپے یا اس کا بیشتر حصہ اپنے خاندان پر خرچ کرنا پڑ سکتا ہے اور شاید محض 20 ہزار روپے یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اس کے پاس بچ جائے جبکہ اس کے مقابلے میں بیٹی جسے 50 ہزار روپے ملے کسی پر ایک پائی بھی خرچ کرنے کی پابند نہیں اور اس کے پاس وہ تمام رقم بغیر خرچ کئے محفوظ رہے گی۔ اس صورت میں کیا آپ ایک لاکھ کا ورثہ لے کر اس میں سے 80 ہزار خرچ کرنے والی صورت پسند کریں گے یا پھر 50 ہزار لے کر تمام رقم اپنی ذات کیلئے بچا کر رکھنے کو ترجیح دیں گے؟

الغرض میراث کے معاملے میں یہ اولین اصولی ہدایت ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہے۔ چونکہ شریعت نے خاندانی زندگی میں مرد پر زیادہ معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال ہے اور

عورت کو بہت سی معاشی ذمہ داریوں کے بارے سبکدوش رکھا ہے لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ میراث میں عورت کا حصہ مرد کی بہ نسبت کم رکھا جاتا۔

یتیم پوتے کی وراثت:

عورت کے حصے کی طرح موجودہ دور کے مغرب زدہ متجددین نے بیٹے کی موجودگی میں دادا سے پوتے کا میراث میں حصہ نہ لینے کا مسئلہ بھی بلاوجہ نزاعی بنادیا ہے۔

حالانکہ دادا کے بیٹے (یتیم پوتے کے باپ کے بھائیوں) کی موجودگی میں پوتا اس لیے حصہ نہیں لیتا کہ وہ اقرب نہیں جبکہ اقرب (بیٹا) موجود ہے۔

پاکستان میں یتیم پوتے کی وراثت سے متعلق قانون مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کی دفعہ نمبر 4 ہے، جس کی روسے دادا اور نانا کے ان پوتوں اور پوتیوں اور نواسوں اور نواسیوں کو دادا اور نانا کا وارث قرار دیا گیا ہے جن کے باپ یا ماں مورّث (دادا/نانا) کی زندگی میں وفات پا گئے ہوں۔مذکورہ دفعہ کی متن درجہ ذیل ہے:

"وراثت شروع ہونے سے قبل مورّث کے کسی لڑکے یا لڑکی کی موت کی صورت میں ایسے لڑکے یا لڑکی کی اولاد، اگر ہو، جو وراثت شروع ہونے پر زندہ ہو، بحصہ رسدی اس حصے کے برابر حصہ پائے گی، جو ایسا لڑکا یا لڑکی اگر زندہ ہوتے تو پاتے۔"

اس دفعہ کے اندر قرآن کے چار صریح اصولوں کی خلاف ورزی معلوم ہوتی ہے:

ا: قرآن پاک مورّث کے ترکے میں صرف ان رشتہ داروں کے حصے مقرر کرتا ہے جو مورّث کی وفات کے وقت زندہ موجود ہوں، لیکن آرڈیننس کی یہ دفعہ بعض ان رشتہ داروں کو حصہ دلواتی ہے جو مورّث کی زندگی میں وفات پا چکے ہیں۔ گویا اس دفعہ کی رُو سے پہلے یہ فرض کیا جائے کہ وہ وفات یافتہ رشتہ دار مورّث کی وفات کے وقت زندہ ہیں اور اس مفروضے کی بناپر واقعی زندہ رشتہ داروں کے ساتھ ان کا حصہ نکالا جائے گا۔

پھر ان کا حصہ نکالتے ہی انہیں مردہ تسلیم کر لیا جائے گا اور آگے ان کے وارثوں (پوتے، نواسے) میں وہ تقسیم کیا جائے گا۔

۲: قرآن کریم میں جن رشتہ داروں کے حصے مقرر کیے گئے ہیں، ان میں بیٹوں اور بیٹیوں کے علاوہ ماں باپ، بیوی، شوہر اور مورّث کے کلالہ ہونے کی صورت میں بھائی اور بہن بھی شامل ہیں: لیکن آرڈیننس کی یہ دفعہ ان میں سے صرف بیٹوں اور بیٹیوں کو اس امتیاز کیلئے منتخب کرتی ہے کہ مورّث کی زندگی میں مر جانے کے باوجود وہ حصہ وصول کرنے کیلئے مورّث کی موت کے وقت زندہ فرض کیے جائیں اور پھر آگے حصہ تقسیم کرنے کے لیے مردہ تسلیم کر لیے جائیں۔

۳: قرآن کی رو سے ایک مورّث کے ترکے میں اس کے تمام بیٹے اور بیٹیوں کا حق ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ صاحب اولاد ہوں یا نہ ہوں، شادی شدہ ہوں یا نہ ہوں، بالغ ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن اس آرڈیننس میں مزید امتیاز برتا گیا ہے کہ جو بیٹے اور بیٹیاں مورّث کی زندگی میں لاولد مر گئے ہوں، ان کو تو حصہ وصول کرنے کے لیے زندہ فرض نہیں کیا جائے گا، البتہ جو اولاد چھوڑ گئے ہوں ان کا حصہ وصول کیا جائے گا۔

۴: یہ آرڈیننس مزید امتیاز یہ برتا ہے کہ فوت شدہ صاحب اولاد بیٹوں اور بیٹیوں کی بھی صرف اولاد کو حصہ پہنچتا ہے۔ حالانکہ قرآن کی رو سے اگر مورّث کے مال میں ان کا کوئی حق ہے تو پھر وہ ان کی ماں یا ان کے باپ اور ان کی بیوی یا ان کے شوہر کو پہنچتا ہے۔ مثلاً ایک متوفی بیٹی کا حصہ نکالا جائے تو اس کا شوہر بھی حق دار ہے اگر وہ زندہ ہو، اور اس کی ماں بھی حقدار ہے اگر وہ متوفی باپ سے حصہ پا رہی ہو، اور اس کا باپ بھی حق دار ہے اگر وہ متوفی ماں سے حصہ پا رہی ہو۔ نانا سے صرف نواسوں اور نواسیوں کا حصہ دلوانا اور دوسرے وارثوں کا چھوڑ دینا قرآن کے احکام کے منافی ہے۔

جواز کی دلیل کا جائزہ:

ان سوالات کے جواب میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ تمام نئے مفروضات اور قاعدے صرف قرآن کے اس منشا کو پورا کرنے کے لئے کئے گئے ہیں کہ یتامیٰ کی مدد کی جائے۔ اگرچہ بجائے خود یہ قاعدے اور مفروضے قرآن سے ماخوذ نہیں ہیں، لیکن یہ عذر دو وجوہ سے بالکل غلط ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ قرآن کا قانونِ میراث سرے سے اس اصول پر مبنی ہی نہیں ہے کہ کسی پر رحم کھا کر اس کی مدد کی جائے، ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ قرآن ایک مال دار رشتہ دار کو میراث کا حق پہنچاتا، محض اس بنا پر قاعدے کے مطابق حق دار رشتوں کے دائرے میں آتا ہے، اور ایک انتہائی مفلس اور قابل رحم رشتہ دار کو محروم رکھنا محض اس بنا پر کہ وہ قاعدے کے مطابق حق دار رشتوں کے دائرے میں شامل نہیں ہے۔ ایک اپاہج مفلس بھائی کو محروم کرنا اور ایک دولت مند بیٹے کو دولت مند باپ کی جائداد کا وارث بنانا بالکل غلط ہو جاتا، اگر قانون میراث بنانے سے قرآن کا منشا یہ ہوتا کہ حاجت مندوں کی مدد کی جائے۔

دوسری وجہ جس کی بنا پر یہ عذر قطعاً غلط ہو گا، یہ ہے کہ اگر فی الواقع قرآن کا ایسا کوئی منشا ہوتا کہ یتیم پوتوں اور نواسوں کی مدد دادا اور نانا کی میراث میں ان کو حصہ دار بنا کر کی جانی چاہیے تو آخر کار اس میں کیا مانع تھا کہ قرآن اپنے اس غامض منشا کو ایک صاف حکم کے ذریعے سے کھول دیتا۔ اگر قرآن نے نہیں کھولا تھا تو یہ منشا نبی ﷺ سے مخفی نہیں رہنا چاہیے تھا، آپ نے ایسا حکم کیوں نہ دیا؟ اگر نبی کریم ﷺ نے اس کو نہیں کھولا تھا تو آخر کیا معقول وجہ تھی کہ چودہ صدیوں میں اسلام کے سارے فقہاء سے مخفی رہ گیا اور آج کے متجددین اس کو سمجھ بیٹھے۔

مسئلے کا صحیح حل:

باپ کی زندگی میں فوت ہو جانے والے بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد کو جو مشکلات پیش آتی ہیں، ان کو حل کرنے کا صحیح طریقہ بارہا علما کی طرف سے پیش کیا جا چکا ہے۔

یہ حل ایک تو دادا اور نانا کی طرف سے یتیم پوتے اور نواسے کے حق میں اپنی زندگی میں ہبہ کی صورت ہے جو پوری جائداد کا بھی ہبہ ہو سکتا ہے، اور دوسرا حل وصیت کے ذریعے ہے جو ایک تہائی جائداد تک ہو سکتی ہے۔ اگر دادا یا نانا اپنی زندگی میں یہ انتظام نہ کرے تو قانون کے ذریعے عدالت کو اس کا مجاز کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایسی صورت پیش آنے پر دادا یا نانا کی جائداد سے ایک تہائی تک جتنا حصہ مناسب سمجھے یتیم پوتے تک پہنچا دے۔

مصر میں یہی صورت اختیار کی گئی ہے۔

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کی اس دفعہ کو قرآن وسنت سے متصادم ہونے کی بنا پر پہلی دفعہ پشاور ہائی کورٹ کے شریعت بنچ کے روبرو مسماۃ فرشتہ بنا سرکار مقدمہ میں چیلنج کیا گیا۔ چنانچہ پشاور ہائی کورٹ نے 1979ء میں اس دفعہ کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے منافی قرار دیتے ہوئے یہ فیصلہ دیا:

"بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس کی دفعہ 4 اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے اور اسے کالعدم قرار دیا جائے۔"

بعد ازاں 1980ء میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے پشاور ہائی کورٹ کے اس فیصلے کو دائرہ سماعت نہ ہونے کی بنا پر کالعدم قرار دے دیا۔

1980ء میں فیڈرل شریعت کورٹ کا قیام عمل میں لایا گیا، لیکن دیگر تین قوانین کے ساتھ ساتھ شخصی قوانین کو اس کے دائرہ اختیار سے باہر رکھا گیا۔ جس کی وجہ سے فیڈرل شریعت کورٹ اس پر غور وخوض نہ کر سکی۔

بعد ازاں سپریم کورٹ کے دیے گئے چند فیصلوں کی بنیاد پر وفاقی عدالت نے 2000ء میں مقدمہ بعنوان اللہ رکھا بنا سرکار میں دفعہ ہذا کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیتے ہوئے اسے قرآن وسنت کے منافی قرار دیا۔

"اس بحث کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کی دفعہ 4 موجودہ شکل میں اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔ چنانچہ ہم صدر پاکستان کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اس دفعہ کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنے کی خاطر مذکورہ قانون میں ترمیم کے لیے اقدامات کریں۔ مزید یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا شق، جسے اسلامی تعلیمات سے متصادم قرار دیا ہے، 31 مارچ 2000ء سے غیر مؤثر اور ناقابل عمل تصور ہو گی۔"

حکومت پاکستان نے وفاقی شرعی عدالت کے خلاف سپریم کورٹ اپلیٹ بنچ میں اپیل دائر کر دی جو تاحال زیر سماعت ہے۔ اپلیٹ بنچ کے حتمی فیصلے تک آئین کی رو سے وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ روبعمل نہیں آسکتا۔

علم الفرائض کی اہمیت:

علم وراثت کو علم الفرائض بھی کہتے ہیں، علم الفرائض سے مراد فرائض کا علم ہے۔ چونکہ میت کے ورثاء کے حصے اللہ نے خود مقرر کر دیئے ہیں جن کا ادا کرنا فرض ہے، اس لئے اسے فرائض کا علم کہا جاتا ہے۔ یہ علم بے حد اہم، قابل قدر اور پیچیدہ علم ہے۔ اس علم کی اہمیت محض عقلی نہیں بلکہ نصوص سے ثابت ہے کہ اس علم کے سیکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ فَإِنِّي امْرُءٌ مَقْبُوضٌ۔

(ترمذی: باب تعلیم الفرائض)

"فرائض اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لئے کہ میں وفات پانے والا ہوں"۔

اس حدیث میں علم میراث کی اہمیت بہت اچھی طرح بیان ہوئی ہے کیونکہ اس علم کا ذکر قرآن کے ساتھ آیا ہے، گویا دونوں کا سیکھنا یکساں اہم ہے۔

ایک دوسری حدیث میں تو اس کو علم کا نصف قرار دیا۔ جملہ علوم ایک طرف ہوں تو اکیلا علم میراث ہی ان کے حجم کے مساوی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تنبیہ بھی فرمائی کہ میری امت سے یہی علم سب سے پہلے چھینا جائے گا۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

تَعَلَّمُو الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ فَاِنَّهٗ نِصْفُ الْعِلْمَ وَهُوَ يُنْسٰى وَهُوَ اَوَّلُ شَيْئٍ يَنْزِعُ مِنْ اُمَّتِيْ۔ (الدر المنثور)

"فرائض کا علم سیکھو اور سکھلاؤ کیونکہ یہ علم کا آدھا حصہ ہے اور یہ علم بھلا دیا جائے گا اور سب سے پہلے میری امت سے یہ علم چھین لیا جائے گا۔"

ان دونوں احادیث میں علم میراث کی اہمیت واضح ہے۔ غور کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس علم کا تعلق بنیادی اسلامی معاشرت سے ہے۔ یہ علم معاش کے بہت سے گوشوں کا احاطہ بھی کرتا ہے۔ یہی وہ علم ہے جو انسانوں میں محبت اور انس پیدا کرنے کا باعث ہے۔ اسی کے ذریعے انسانی تعلقات کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور رشتہ داروں کے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ کسی شخص کے مال کو اس کی زندگی سے نکال دیجئے یا یہ فرض کیجئے کہ مرنے کے بعد اس کے مال و دولت، سرکاری خزانے میں جمع کرا دیئے جائیں گے، تب اس کے رشتہ داروں کا رویہ اس کے ساتھ ایک دوسرے انداز میں سامنے آتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان تعلقات محض مال پر مبنی ہوتے ہیں لیکن یہ کہنا بھی غلط نہیں ہے کہ ان تعلقات کو استوار کرنے میں مال یقیناً اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ذرا اپنی عدالتوں میں دائر کئے جانے والے مقدمات کا جائزہ لیجئے۔ ان میں اچھا خاصا تناسب علم میراث اور اس کے متعلقات کا ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ علم امت محمدیہ میں سے

اگر اٹھ نہیں چکا، تو اس پر بڑی حد تک عمل نہیں کیا جارہا۔ اس علم کے احکام پر تمام جزئیات کے ساتھ عمل درامد ہونا شروع ہو جائے تو بہت سے دوسرے مقدمات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح علم فرائض کی اہمیت کے بارے میں سیدنا عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ:

تَعَلَّمُوا الفرائضَ کَمَا تَعَلَّمُون القرانَ۔(دارمی)

"لوگو! فرائض کو ایسی ہی توجہ اور محنت سے سیکھو جس طرح قرآن کو سیکھتے ہو۔"

اور سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ علم القران وَلَم یَعْلم الفرائض فَاِنَّ مثلهٗ مثل الرأس لا وجه له۔

" جو شخص قرآن سیکھے اور فرائض نہ سیکھے وہ ایسا ہے جیسے بغیر چہرہ کا سر ہو۔" یعنی بغیر فرائض کے علم بے رونق اور بے زینت رہتا ہے۔

(۱) میراث کی تعریف:

میراث کی لغوی تعریف:

وَرِثَ یَرِثُ اِرْثًا وَمِیْرَاثًا وَتُرَاثًا وَوِرَاثَۃً، اس باب سے میراث مصدر ہے اور کہتے ہیں:

اِنْتِقَالُ الشَّیْءِ مِنْ شَخْصٍ اِلٰی شَخْصٍ اَوْ مِنَ الْقَوْمِ اِلٰی قَوْمٍ سَوَاءٌ کَانَ ذٰلِکَ الشَّیْءُ عِلْمًا اَوْ مَالًا اَوْ مَجْدًا اَوْ شَرْفًا۔

"کسی بھی چیز کا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف یا ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف منتقل ہونا، خواہ وہ چیز علم ہو، مال ہو، بزرگی ہو، یا شرف ہو"۔

میراث مطلقاً مال کے ساتھ خاص نہیں۔

لہٰذا اشاد باری تعالیٰ:

وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ۔

اور ارشاد نبویؐ:

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءُ۔

ان دونوں مقامات میں میراث سے لغوی وراثت یعنی نبوت اور علم مراد ہے۔

میراث کی اصطلاحی تعریف:

اِنْتِقَالُ الْمِلْکِیَّۃِ مِنَ الْمَیِّتِ اِلَی وَرَثَۃِ الْاَحْیَاءِ سَوَاءُ کَانَ الْمَتْرُوْکُ مَالًا اَوْ عِقَارًا اَوْ حَقًّا مِنَ الْحُقُوْقِ الشَّرْعِیَّۃِ۔

"یعنی میت کی ملکیت کا زندہ وارثوں کی طرح منتقل ہونا، پھر خواہ وہ مشترکہ شی مال ہو، زمین ہو یا شرعی حقوق میں سے کوئی حق ہو"۔

(۲)علم میراث کی تعریف:

هُوَ عِلْمٌ بِقَوَاعِدٍ فِقْهِيَّةٍ وَحِسَابِيَّةٍ يُعْرَفُ بِهَا نَصِيْبُ كُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَرِكَةِ۔

یعنی علم میراث فقہ وحساب کے چند ایسے قواعد ومسائل کا نام ہے جس کے ذریعے میت کے ترکہ کو اس کے مستحقین (ہر وارث) پر اُس کا حصہ، تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم ہو، علم میراث کہلاتا ہے۔

(۳)دیگر نام:

اس علم کے تین نام ہیں۔

۱)علم المیراث ۲)علم المواریث ۳)علم الفرائض

(۴)وجہ تسمیہ:

☆علم میراث یامواریث:

علم میراث کو"میراث یامواریث" سے موسوم کرنا، اس کے لغوی معنی کے اعتبار سے بالکل واضح ہے کہ اس میں میت کا ترکہ ،میت سے منتقل ہو کر اس کے ورثاء کے پاس چلاجاتاہے۔

☆علم الفرائض:

فرائض جمع ہے فریضۃ کی، جس کی معنی ہے فرض اور مقرر شدہ وطے شدہ۔چونکہ اس علم میں بھی میت کے ورثاء کے حصے شریعت کی جانب سے مقرر کردہ ہیں اور اس میں وارثوں (رشتہ داروں) کے جداجدا حقوق وحصے مقرر ہیں، اس لیے ان حصوں کو فرائض اور اس علم کو"علم الفرائض" سے موسوم کیاجاتاہے۔

(۵)موضوع:

اَلتَّرِکَۃُ وَالْوَارِثُ وَطُرُقُ تَقْسِیْمِ التَّرِکَۃِ۔

علم میراث کا موضوع، ترکہ، وارث اور طریقہ تقسیم ہے۔

(٦)غرض وغایت:

اِیْصَالُ ذَوِی الْحُقُوْقِ حُقُوْقَھُمْ مِنَ التَرِکَۃِ

یعنی ترکہ میں سے ہر ایک وارث تک اس کا حق (شرعی حصہ) پہنچانا اس کا مقصد ہے۔

فائدہ وثمرہ: اس علم میراث کے حصول کا فائدہ یہ ہے کہ:

تَحْصِیْلُ الْمَلَکَۃِ لِلْمُتَعَلِّمِ اَنْ تَکُوْنُ لَہٗ بِھَا قُدْرَۃٌ عَلٰی قِسْمَۃِ التَرِکَۃِ بِیْنَ الْمُسْتَحِقِّیْنَ بِالْوَجْہِ الشَّرِعِیِّ۔

یعنی طالب العلم کو ایسا ملکہ حاصل ہونا کہ جس کے ذریعے وہ مستحق ورثہ کے درمیان ترکہ، شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم کرنے پر قادر ہو۔

(۷)حکم:

ورثاء کے درمیان میراث تقسیم کرنا واجب ہے۔

علم میراث کا سیکھنا ''فرض کفایہ'' ہے یعنی بقدر سفر شرعی (48 میل=77.25 کلومیٹر) کی مسافت میں کم از کم ایک عالم فرائض کا ماہر ہونا ضروری ہے ورنہ اس بستی میں رہنے والے تمام لوگ گناہ گار ہوں گے۔

(۸)ترکہ کی تعریف:

☆**لغۃ:** ہر وہ چیز جس کو کوئی شخص چھوڑ جائے۔

☆**اصطلاحاً:** میت کا وہ متروکہ مال جس کی عین کے ساتھ کسی غیر کا حق متعلق نہ ہو۔

مثلاً میت نے معین شی کو بیوی کا حق مہر بنایا یا کسی متعین چیز کو فروخت کر دیا تو اب اس عین (معین شئ) کے ساتھ غیر (بیوی یا مشتری) کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے اسے ترکہ میت سے خارج ہو کر اس میں میراث جاری نہیں ہو گی۔

وضاحت:

اس تعریف کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز بوقت وفات میت کی ملک میں ہو اور اس کے ساتھ کسی اور کا حق متعلق نہ ہو تو اس کو ترکہ قرار دے کر اس میں احکام میراث جاری کیے جائیں گے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس چیز کی میت شرعاً مالک نہ ہو اور اس کے ساتھ کسی غیر کا کوئی حق متعلق ہو (جیسے شئ مستعار، مرہونہ شئ، ودیعت وامانت، مال مغصوب و مسروق وغیرہ) تو وہ شرعاً ترکہ شمار نہ ہو گی، لہٰذا اس میں بھی میراث جاری نہ ہو گی۔

لفظ ترکہ کا ضبط:

تَرِکَۃ (بفتح الاول وکسر الراء) اور تِرْکَۃ (بکسر الاول وسکون الراء) دونوں طرح "میت کے مال متروکہ" کے معنی میں مستعمل ہے۔ البتہ تَرْکَۃ (بفتح الاول وسکون الراء) جو مشہورِ غلط ہے مطلوبہ معنی (میت کے مال متروکہ) میں مستعمل نہ ہونے کی بناء پر درست نہیں ہے۔

البتہ اس کا استعمال چند دیگر معانی میں وارد ہوا ہے۔ مثلاً تَرْکَہ "شتر مرغ کا انڈا" (لسان العرب) "درمیانی قد والی عورت" (تاج العروس) "لوہے کا خود" (مقاییس اللغہ)۔

(۹) میراث کے ارکان:

تحقیقِ میراث کے لیے تین ارکان ہیں:

۱۔ مُوَرِّثْ (میت) یعنی وہ میت جو مال و دولت اور جائیداد چھوڑ کر فوت ہو جائے۔

۲۔وَارِثٌ(مستحق رشتہ دار) یعنی وہ شخص جو وراثت کے اسباب میں سے کسی ایک سبب کے بناء وراثت کا مستحق ہو۔

۳۔مَوْرُوْثٌ(ترکہ) یعنی میت کا وہ مال جو قابل وراثت ہو۔

(۱۰)اسباب وراثت:

ایک شخص دوسرے شخص سے کن کن وجوہ اور تعلقات کی بنا پر میراث پاتا ہے اور میراث کا مستحق ہوتا ہے۔الغرض یہ وجوہ واسباب تین ہیں۔

ا۔زوجیت(نکاح)یعنی نکاح کے سبب میاں بیوی ایک دوسرے سے میراث پاتے ہیں۔

۲۔قرابت(مَحْرَمْ رشتہ داری)یعنی نسبی رشتہ داری کی بناء پر ورثاء ایک دوسرے سے میراث کے مستحق ہوتے ہیں۔

۳۔ولاء:(حکمی رشتہ دار)یعنی باہمی عہد و معاہدہ یا غلام آزاد کرنے والے کا حق۔

پھر اس ولاء کی دو قسمیں ہیں:

☆ولاء عتق: مالک اپنے غلام کو آزادہ کر کے اُس غلام کے میراث کا مستحق بن جاتا ہے۔

☆ولاء موالاۃ: ایک نو مسلم کسی مسلمان کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر بھائی چارے کا معاہدہ کرلے کہ میرا جنایت تم ادا کروں گے اور جب میں مر جاؤں تو میرا میراث تمہارا ہو گا۔

(۱۱)شروط ارث:

وراثت کا حق تین شرائط سے مشروط ہے۔

ا۔موتُ الْمُورَثْ: مُوْرَثْ (میت)کا موت کا ثابت اور متحقق ہونا،خواہ موت حقیقی ہو یا حکمی(جیسے ارتداد)۔

۲۔حیاتُ الوارث: مُوَرِّث کی موت کے وقت وارث کا زندہ ہونا، خواہ حیات حقیقی ہو یا حکمی (جیسے حمل)۔

۳۔اسباب ارث میں سے کسی سبب کا پایا جانااور محروم کرنے والے کسی سبب (مانع) کا موجود نہ ہونا۔

(۱۲)علم میراث کے ماخذ و مصادر:

یہ بھی تین ہیں۔

۱)کتاب اللہ ۲)سنت رسول اللہ ؐ

۳)اجماع

قیاس کااس علم میں کوئی دخل نہیں ہے یعنی قیاس کے ذریعے کوئی وارث نہیں بن سکتا۔

(۱۳)تاریخ علم میراث:

اسلام سے پہلے اقوام عالم کی یہ رسم تھی کہ وراثت کا حق دار صرف وہی شخص ہو سکتا تھا جو گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کرتااوراپنے خاندان کا بدلہ لے سکتا، ظاہر ہے اس اصول کے تحت عورتیں اور بچے سب محروم تھے۔اسلام نے سب سے پہلے ان کمزوروں کو حقوق دلایااور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مروجہ ظلم و ستم سے بچالیا۔

اسلام نے آکر ان تمام کمزوروں کو بھی میراث کا مستحق ٹھہرایا اور سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔(نسآء:۷)

گویا مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بچوں اور عورتوں کے حقوق کی حفاظت فرما کر ان کی حق تلفی کو روک دیا۔

(۱۴) حقوق متعلقہ بالمیراث (حقوق اربعہ):

مال میت (ترکہ) کے ساتھ مندرجہ ذیل چار حقوق بالترتیب تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) تجہیز و تکفین (۲) ادائیگی قرض (۳) اجرائے وصیت

(۴) تقسیم میراث

(۱) تجہیز و تکفین:

میت کے ترکے سے تجہیز و تکفین بغیر تبذیر و تقتیر کے کی جائے گی یعنی مسنون مقدار کے موافق میت کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا۔

اس مقدار مسنون سے نہ عدداً کمی بیشی کی جائے اور نہ ہی قیمۃً۔ عدد میں مسنون مقدار یہ ہے کہ مرد کے لیے تین اور عورت کے لئے پانچ کپڑے ہیں۔

قیمت سے مراد یہ ہے کہ مرحوم کی زندگی کی وہ پوشاک ولباس جسے اکثر زیب تن کر کے گھر سے نکلتا ہو اور دوست واحباب سے ملاقات کے لیے جاتا ہو، اور ان کی مجالس میں شریک ہوتا ہو، اس کی قیمت کے اعتبار سے یہ کفن دیا جائے یعنی نہ تو اتنا سستا ہو کہ تقتیر (کنجوسی) کے زمرہ میں آئے اور نہ اتنا مہنگا کہ تبذیر کہلائے اور ورثاء کے حق میں نقصان کا سبب بنے لٰہذا ان دونوں سے احتراز لازم ہے اور یہی اعتدال ہے اور میانہ روی کا مقتضٰی ہے۔

میت کی وفات سے لے کر اس کی تدفین تک ہونے والے تمام شرعی اخراجات تجہیز و تکفین کے ضمن میں آتے ہیں، جیسے میت کو غسل دینے والے کی اُجرت، قبر کھودنے والے کی اُجرت، الگ قبرستان تک لے جانا بلا اُجرت ممکن نہ ہو تو اس کی اجرت، اسی طرح قبر کے لئے جگہ خریدنے کی ضرورت پڑے تو اس کی قیمت وغیرہ۔

(۲) قضاء الدیون (ادائیگی قرض):

تجہیز و تکفین کے اخراجات سے فارغ ہونے کے بعد، میت پر اگر کسی آدمی کا قرض واجب الاداء ہو تو بقیہ ترکہ سے پہلے وہ قرض چکایا جائے گا۔ خواہ اس ادائیگی میں سارا ترکہ ہی ختم ہو جائے۔

البتہ اگر اس پر حقوق اللہ میں سے کوئی قرض ہو جیسے زکوٰۃ، کفارہ، نذر وغیرہ تو اسے میت کی وصیت کیے بغیر ترکہ میں سے نہیں نکالا جائے گا۔

(۳) تنفیذ الوصایا (اجرائے وصیت):

تجہیز کے اخراجات نکالنے اور قرض کو ادا کرنے کے بعد جو ترکہ (ثلث ما بقی) سے وصیت پوری کی جائے گی یعنی جو مال بچے اس کی ایک تہائی میں (نہ کہ کل ترکہ کی ایک تہائی میں) وصیت نافذ کی جائے گی بشرطیکہ گناہ کی وصیت نہ ہو۔

تنفیذ وصیت کے لیے مندرجہ ذیل تینوں شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) ناجائز کام کی وصیت نہ ہو۔

(۲) جس شخص کے لئے وصیت کی ہے وہ بوقت وصیت زندہ ہو، اگر وہ شخص میت کی وفات کے وقت مر چکا ہو تو پھر مالِ وصیت، اس موصی لہ کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۳) اپنے وارث کے لئے وصیت نہ کی ہو۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ؐ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ وَلَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو حق دیا ہے لہذا وارث کیلئے وصیت نہیں ہو گی۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس سے وہ وارث مراد ہے جو میت کی وفات کے وقت شرعاً وارث ہو، پس اگر کوئی شخص وصیت کے وقت تو وارث تھا مگر مورِث کی وفات کے وقت وارث نہیں رہا تو اس کے لئے کی ہوئی وصیت جائز ہو جائے گی۔

نیز اگر تمام ورثاء بشرطیکہ بالغ ہوں، اس وارث کے حق میں وصیت کو جائز قرار دیں اور قلبی رضامندی کا اظہار کر دیں تو پھر یہ وصیت بھی اس وارث کے حق میں نافذ ہو جائے گی۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے:

لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ يُّجِيْزَ الْوَرَثَةُ۔ (سنن الکبری للبیہقی)

(۱۴) تقسیم بقیہ ترکہ (ورثاء پر تقسیم):

اب حقوق ثلاثہ (تجہیز و تکفین، ادائے قرض، اجراء وصیت) کے بعد باقی ترکہ شرعی ورثاء میں ان کے حصص کے بقدر تقسیم کیا جائے گا جو کتاب اللہ، سنت رسولؐ اور اجماع سے ثابت ہوں۔

(۱۵) موانعِ اِرث (وراثت سے محرومی):

کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جو انسان کو حق وراثت سے محروم کر دیتی ہے یعنی پھر وہ وارث ہونے کے باوجود بھی کوئی حصہ نہیں پاتا اور یہ موانع چار ہیں۔

[۱] غلامی: غلام کو میراث میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا، غلام خواہ کامل ہو جیسے (قِن) یا ناقص (جیسے مکاتب، مدبر) کسی کا وارث نہیں قرار دیا جا سکتا۔

[۲] قتل: اپنے مُوَرِّث کا قتل خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ۔ مثلاً اگر کسی نے اپنے باپ کو قتل کیا تو وہ بیٹا، باپ کے میراث سے محروم ہو جائے گا۔

قتل سے مراد وہ قتل ہے جس میں قصاص یا کفارہ لازم آتا ہو اور وہ چار قسم ہیں۔

(۱) قتل عمد (۲) شبہ عمد (۳) خطأ (۴) قائم مقامِ خطأ

جبکہ قتل بالسبب سے نہ قصاص واجب ہوتی ہے نہ کفارہ لہٰذا محرومی کا سبب نہیں۔

[۳] اختلاف دین: یعنی دین ومذہب کا اختلاف یعنی کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں بن سکتا۔

حدیث میں ہے: لَا یَرِثُ الْمُسْلِمُ الْکَافِرَ وَلَا الْکَافِرُ وَالْمُسْلِمَ۔ (بخاری)

"مسلمان کافر سے اور کافر مسلمان سے میراث نہیں پاتا"۔

[۴] اختلاف دارین للکفار: کافر وارث اور کافر مورث دو ایسے الگ الگ ممالک کے باشندے ہوں جہاں سے تبادلہ زر ممکن نہ ہو یعنی دونوں ملکوں کے درمیان امن مفقود ہو۔ یہ مانع اُس وقت ہے جب دونوں ملکوں میں تعلقات نہ ہو اور امن مفقود ہو۔ یاد رہے کہ یہ حکم اسلام کے قانون میں عندالاحناف صرف کفار کیلئے ہے جبکہ مسلمان کہی بھی ہو وارث اپنے مورث سے حصہ پاتا ہے۔

موجودہ دور میں تمام ممالک کے درمیان امن قائم اور ایک حکومت کا سفیر دوسرے ملک میں رہ رہے ہیں، دوسرے ملک کے رعایا کی حفاظت اپنی رعایا سے زیادہ کی جاتی ہے۔ نیز ان کے درمیان ویزا امن کی علامت ہے تو آج کل اختلاف ملک بھی کہیں نہیں پایا جاتا۔

مسئلہ عاق

(اپنی زندگی میں اپنے کسی وارث کو جائیداد سے محروم کرنے کا مسئلہ)

عام طور پر لوگ غصے میں آکر یا اپنی اولاد میں سے کسی سے تنگ آکر اس کو اپنی جائیداد سے عاق کر دیتے ہیں کہ اس کو میری موت کے بعد میری جائیداد میں سے حصہ نہ دیا جائے۔

واضح رہے کہ یہ وصیت شرعاً نافذ نہیں ہوتی بلکہ اگر وہ شرع کی رو سے وارث بن رہا ہو تو دوسرے ورثاء کی طرح اس کو بھی میراث میں سے حصہ ملے گا۔

البتہ اگر کسی آدمی کا کوئی وارث (مثلاً بیٹا وغیرہ) فاسق، فاجر ہو اور وہ اسے اپنی جائیداد سے عاق و محروم کرنا چاہے تو اس کی درست صورت یہ ہے کہ اپنی زندگی میں بحالت صحت جائیداد تقسیم کرکے دیگر ورثاء وغیرہ کے حوالے کردے اور اس وارث کو کچھ نہ دے۔

چنانچہ اگر کسی کو بلا عذر شرعی محروم کرکے دوسروں میں جائیداد تقسیم کردی تو اس کا یہ تصرف تو نافذ ہو جائے گا مگر بلا عذر (محض نقصان پہنچانے کے لئے) محروم کرنے کا بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ تقسیم درحیات

زندگی میں تقسیم میراث کا طریقہ مندرجہ ذیل ہے:

اگر کوئی شخص قبل از مرگ اپنی زندگی ہی میں اپنی اولاد اور اعزہ واقربا میں جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو یہ جائز ہے، البتہ یہ جائیداد اور مال جوان ورثاء کو دیا جائے گا یہ میت کی طرف سے ہبہ شمار ہوگا، میراث کی قبیل میں سے نہیں ہوگا کیونکہ احکامِ میراث مرنے کے بعد جاری ہوتے ہیں۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اس صورت میں افضل اور بہتر یہ ہے کہ ان میں تقسیم جائیداد کے وقت حصص، قواعدِ میراث کے مطابق نہ نکالے جائیں بلکہ سب میں برابر تقسیم کیے جائیں۔

مثلاً قانون میراث کے مطابق لڑکے کو للذکر مثل حظ الانثیین کے تحت دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ کی طرز پر تقسیم کا عمل نہ کیا جائے بلکہ بلاامتیاز سب کو برابر دے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

البتہ اگر اولاد میں سے کوئی اطاعت شعاری، خدمت گزاری اور دینداری وغیرہ میں دوسروں سے مقدم ہو یا علم دین یا دیگر دینی خدمات میں مشغول و منہمک ہو تو اس کو دوسروں کے حصص پر ترجیح دینا جائز ہے۔

وراثت سے دستبرداری

اگر کوئی اپنے مرضی سے اپنی وراثت سے دستبردار ہونا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے لیکن اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ وارث اپنے حصے پر باقاعدہ قبضہ کرے مثلاً زمین کا انتقال وغیرہ کروالے اس کے بعد جس کو بخشنا چاہے اس کو اس کا انتقال کر دے۔

اس میں کئی مصلحتیں ہیں جس کا خیال نہ رکھنے سے بعض اوقات بہت مشکلات واقع ہو جاتی ہیں۔آج کل جو بہنوں، بیٹیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا اس کے لئے ایسا ماحول بنایا گیا ہے کہ بہنوں کے لئے سوائے نہ لینے کی کوئی اور گنجائش چھوڑی ہی نہیں جاتی۔ لہٰذا ایسی صورت میں ان کا حصہ لینے سے اس کا اعتبار نہیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ پہلے ان کو اپنا مال قبضے میں دینا چاہیے،اسکے بعد اگر اپنی مرضی سے کسی کو اپنا حصہ دینا چاہیں تو بیشک دے دیں۔

وارثوں کا اجمالی بیان

عام طور پر جو وارث پائے جاتے ہیں وہ تین قسم کے ہیں:

[۱]ذوی الفروض [۲] عصبات [۳] ذوی الارحام

ذوی الفروض:

یہ وہ وارث ہیں جن کے سہام (حصے) کتاب و سنت، اجماع، و قیاس میں مقرر ہیں۔ ذوی الفروض کل [۱۲] افراد ہیں۔ ان میں سے چار مرد:

[۱] اب یعنی باپ۔ [۲] جد الصحیح یعنی اب الاب وان علا (دادا)۔ [۳] اخ الام یعنی اخیافی بھائی (ماں شریک بھائی)۔ [۴] زوج یعنی شوہر۔

اور آٹھ عورتیں:

[۵] زوجہ یعنی بیوی۔ [۶] بنت یعنی بیٹی۔ [۷] بنت الابن وانْ سَفَلَت (پوتی)۔ [۸] ام یعنی والدہ۔ [۹] جدہ صحیحہ یعنی دادی، نانی۔ [۱۰] اخت لاب وام یعنی عینی و حقیقی بہن (ماں باپ شریک بہن)۔ [۱۱] اخت لاب یعنی علاتی بہن (باپ شریک بہن)۔ [۱۲] اخت لام یعنی اخیافی بہن (ماں شریک بہن)۔

ذوی الفروض کے اقسام:

پھر ذوی الفروض دو قسم پر ہے۔ (۱) ذوی الفروض سببی (۲) ذوی الفروض نسبی۔

ان ذوی الفروض میں شوہر اور بیوی ذوی الفروض سببیہ ہے اور باقی دس افراد ذوی الفروض نسبیہ کہلاتے ہیں۔

سہام الفروض:

بارہ اصحاب الفروض کے سہام [حصے] کل چھ ہیں جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں۔

[۱] نصف یعنی آدھا [$\frac{1}{2}$] جو قرآن میں تین جگہ ذکر ہے۔ بیٹی کے لئے، شوہر کے لئے، عینی یا علاتی بہن کے لئے۔

[۲] ربع (نصفُ النصف) چوتھائی [$\frac{1}{4}$] قرآن میں دو جگہ ذکر ہے۔ شوہر کے لئے۔ بیوی کے لئے۔

[۳] ثمن (نصفُ النصفِ النصف) اٹھواں [$\frac{1}{8}$] قرآن میں ایک جگہ مذکور ہے۔ بیوی کے لئے۔

[۴] ثلثان یعنی دو ثلث' دو تہائی [$\frac{2}{3}$] قرآن میں دو جگہ ذکر ہے۔ دو یا زیادہ بیٹیوں کے لئے، دو یا زیادہ عینی یا علاتی بہنوں کے لئے۔

[۵] ثلث (نصف الثلثین)، ایک تہائی [$\frac{1}{3}$] قرآن میں دو جگہ مذکور ہے۔ ماں کے لئے، ایک سے زیادہ اخیافی بہن بھائیوں کے لئے۔

[۶] سدس (نصفُ نصفِ الثلثین) چھٹا [$\frac{1}{6}$] قرآن میں تین جگہ مذکور ہے۔ ماں باپ کے لئے، صرف ماں کے لئے، ایک اخیافی بہن یا بھائی کے لئے۔

عصبات:

عصبات جمع ہے عصبہ کی۔ جس کے معنی پٹھے کی ہے۔ ان سے مراد مرد کا پدری رشتہ یعنی مرد کا باپ کی جانب سے جو رشتہ دار ہو اُس کو عصبہ کہتے ہیں۔ عصبات کے حصے اگرچہ مقرر و متعین نہیں لیکن اصحاب فروض سے بچا ہوا ترکہ انہیں ملتا ہے اور اگر باقی کچھ نہ رہے تو محروم رہ جاتے ہیں اور اگر اصحاب فروض سرے سے موجود نہ ہوں تو پھر سارا مال ان کو دیا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ:

عصبہ چونکہ میت کو چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لیے رہتے ہیں، اس لیے ان کو عصبہ کہتے ہیں جیسے اوپر باپ (ابوت) کا رشتہ ہے، نیچے بیٹے (بنوت) کا، ایک طرف بھائی (اخوت) اور دوسری طرف چچا (عمومت) کا رشتہ ہوتا ہے۔

عصبات کی اقسام:

عصبات دو قسم کے ہیں۔ [۱] عصبات نسبیہ [۲] عصبات سببیہ

عصبات نسبیہ:

یعنی میت سے نسبی علاقہ رکھنے والے وہ ورثاء جو ذوی الفروض کے علاوہ ہیں۔ شریعت میں جن کے حصے متعین نہیں ہیں بلکہ ذوی الفروض کو اپنے حصے دینے کے بعد جو ترکہ باقی رہ جائے وہ لیتا ہے جیسے بیٹا، پوتا، بھائی، چچا وغیرہ (مزید تفصیل عصبات کے بیان میں آجائے گی)۔

عصبات سببیہ:

یہ وہ لوگ ہیں جن کا میت سے کوئی نسبی تعلق تو نہ ہو مگر کسی سببی تعلق سے میت کے عصبہ بن گئے ہوں جیسے:

[۱] مولی عتاقہ: جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے تو غلام کا آزاد کرنے والا مالک، مولی عتاقہ اور عصبہ سببی ہوگا۔

[۲] مولی الموالاۃ: کوئی مجہول النسب شخص کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر کہے کہ تم میرے مولی [سردار] ہو، اگر میں مر گیا تو تم میرے وارث ہونگے اور اگر میں جنایت [قصور] کروں تو تم تاوان کے ذمہ دار ہونگے۔ جب وہ دوسرا شخص اس کو قبول کرے تو وہ مولی الموالات کہلاتا ہے۔

[۳] مقَرلَہٗ بالنسب علی الغیر: یعنی وہ آدمی جس کو میت نے اپنے وارثوں میں داخل ہونے اور اپنے نسب میں شریک کرنے کا اقرار کیا ہو، اگرچہ اصل نسب والے [باپ] نے اس کا اقرار نہ کیا ہو۔

چونکہ یہ تینوں قسم کے عصبات عموماً آج کل نہیں پائے جاتے، اس لئے ہم ان کی بحث میراث و تقسیم میں نہیں کرتے، بوقت ضرورت میراث کی بڑی کتابوں میں دیکھیں۔

ذوالارحام:

ارحام جمع ہے رحم کی رشتہ داری کو کہتے ہیں۔

یہ وہ وارث ہیں جن کا حصہ نہ شریعت میں مقرر ہے، یعنی نہ ذوی الفروض میں سے ہیں او رنہ عصبہ ہیں، بلکہ میت میں اور ان میں عورت کے ذریعے رشتہ اور قرابت قائم ہو یا خود وہ ایسی عورت ہوں جو ذوی الفروض اور عصبات میں سے رہ گئی ہو جیسے نواسے، نواسیاں، بہنوں کی اولاد، پھوپھیاں، ماموں، خالہ وغیرہ۔

تقسیم کی ترتیب:

ان تین قسم وارثوں میں اول قسم [ذوی الفروض] سب پر مقدم ہیں جب تک یہ اپنا حصہ پورا نہ لیں اُس وقت تک دوسرا وارث کچھ بھی نہیں لے سکتا۔ پھر دوسرے نمبر پر دوسری قسم (عصبات) ہیں، ذوی الفروض سے بچا ہوا تمام مال یہ لوگ لیتے ہیں، اگر یہ موجود ہو تو پھر ذوی الارحام حصہ نہیں لے سکتے اور جب نہ اول قسم موجود ہوں اور نہ دوم قسم تو پھر تیسرے قسم [ذوی الارحام] کو حصہ ملے گا، البتہ ذوی الفروض میں سے شوہر اور زوجہ ایسے ذوی الفروض ہیں کہ ان کی موجودگی، ذوی الارحام کو محروم نہیں کرتی۔

حَجب

حجب کا لفظی معنی ہے منع کرنا، روکنا، بازرکھنا، اس لیے چوکیدار کو "حاجب" کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو بغیر اجازت اندر داخل آنے سے منع کرتا ہے اور پردے کو "حجاب" اس لیے کہتے ہیں کہ پردہ لوگوں کی نظروں کو دیکھنے سے روک دیتا ہے۔ جسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔ (مطففین:۱۵)

"ہر گز نہیں، بے شک وہ اپنے رب سے اس دن روک دیئے جائیں گے"۔

حجب اصطلاح میں:

مَنْعُ شخصٍ مُعَيَّنٍ عَنْ مِيْرَاثِهٖ كُلًّا اَوْ بَعْضًا بِوُجُوْدِ شَخْصٍ آخَرَ۔

"معین شخص کو کسی دوسرے شخص کی موجودگی کی وجہ سے اس کی کل میراث یا بعض میراث سے روکنا"۔

یعنی بعض رشتہ داروں کی موجودگی میں بعض وارثوں کا حصہ کم ہو جاتا ہے اور بعض کا حصہ بالکل ختم ہو جاتا ہے، اس کو حجب کہتے ہیں۔

حجب کے اقسام:

یہ حجب پھر دو قسم کا ہے۔ (ا) حجب نقصان (۲) حجب حرمان

حجب نقصان:

یعنی ایک وارث کی موجودگی میں دوسرے وارث کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔ مثلاً:

[ا] میت کی ماں کا حصہ [ثلث: $\frac{1}{3}$] سے کم ہو کر [سدس: $\frac{1}{6}$] ہو جاتا ہے جب کہ میت کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی) میں سے کوئی موجود ہو۔

اسی طرح میت کی ماں کا حصہ $\frac{1}{3}$ سے $\frac{1}{6}$ ہوتا ہے جب میت کے ایک سے زیادہ کسی قسم کے بہن بھائی موجود ہوں۔

اسی طرح اگر احد الزوجین اور باپ موجود ہو تو پھر بھی ماں کا حصہ کل ثلث سے کم ہو کر ثلث ما بقی بن جاتا ہے۔

[۲] پوتی کو نصف [$\frac{1}{2}$] کے بجائے سدس [$\frac{1}{6}$] ملتا ہے جبکہ میت کی ایک بیٹی موجود ہو۔

[۳] علاتی بہن کو $\frac{1}{2}$ کی جگہ $\frac{1}{6}$ حصہ ملتا ہے جبکہ ایک عینی (حقیقی) بہن موجود ہو۔

[۴] دادا کا حصہ کم ہو کر $\frac{1}{6}$ بن جاتا ہے جب میت کی اولاد ہو اور باپ نہ ہو اور یہی حال پڑدادا کا بھی ہے۔

حاجبین نقصان:

یعنی وہ افراد جو دوسروں کا حصہ کم کر دیتا ہے۔

[۱] بیٹا، پوتا: میت کے ماں باپ کا حصہ کم کر کے صرف چھٹا کر دیتا ہے۔ شوہر کا حصہ، $\frac{1}{2}$ سے $\frac{1}{4}$ اور زوجہ کا حصہ، $\frac{1}{4}$ سے $\frac{1}{8}$ کر دیتا ہے۔

[۲] بیٹی: زوجہ کا حصہ، $\frac{1}{4}$ سے $\frac{1}{8}$، شوہر کا حصہ، $\frac{1}{2}$ سے $\frac{1}{4}$، پوتی کا حصہ، $\frac{1}{2}$ سے $\frac{1}{6}$، ماں باپ کا حصہ، کم کر کے $\frac{1}{6}$ کر دیتی ہے۔

[۳] پوتی، پڑپوتی: میت کی ماں کا حصہ: $\frac{1}{3}$ سے $\frac{1}{6}$ اور زوجہ اور شوہر کا حصہ بھی کم کر دیتی ہے جیسے بیٹا بیٹی کم کر دیتے ہیں۔

[۴] باپ: اگر میت کی زوجہ یا شوہر موجود ہو تو ماں کو کل مال کا ثلث نہیں بلکہ احد الزوجین کو دینے کے بعد باقی میں سے ثلث (ثلث ما بقی) دلواتا ہے۔

[۵] حقیقی بھائی: اگر دو یا زیادہ ہوں توماں کا حصہ $\frac{1}{3}$ سے گرا کر $\frac{1}{6}$ بناتا ہے اور اسی طرح اگر ایک بھائی اور ایک بہن بھی ہو یعنی ایک سے زیادہ کسی قسم کا اخوہ (حقیقی، علاتی، اخیافی) بھی موجود ہو توماں کا حصہ $\frac{1}{6}$ کرا دیتے ہیں۔

[٦] حقیقی بہن: علاتی بہن کا حصہ $\frac{1}{2}$ سے $\frac{1}{6}$ کرا دیتی ہے۔ اسی طرح اگر دو یا زیادہ بہنیں (کسی قسم کے) موجود ہوں توماں کو بھی $\frac{1}{3}$ کی بجائے $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا۔

فائدہ:

ذوی الفروض میں سے آٹھ وارث ایسے ہیں جو کسی کے حصہ کو کم نہیں کرتے اگرچہ وارثوں کو بالکل محروم کر دیتے ہیں اور وہ ہیں ، باپ، دادا، شوہر، زوجہ، دادی ونانی، اخیافی بھائی بہن، والدہ۔

حجب حرمان:

یعنی وہ وارث جو دوسروں کی وجہ سے بالکل ساقط یعنی محروم ہو جاتے ہیں جیسے :۔

[۱] اخیافی بھائی بہن محروم ہو جاتے ہیں، اگر میت کے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی یا باپ دادا کوئی بھی موجود ہو۔

[۲] پوتا، پوتی [وإنْ سَفَلَتْ] محروم ہو جاتے ہیں، بیٹے کی موجودگی میں اور پڑپوتا پڑپوتی محروم ہیں بیٹے یا پوتے کی موجودگی میں اور اس طرح پوتی محروم رہتی ہے جب میت کی دو بیٹیاں موجود ہوں یا کوئی بیٹا۔

[۳] دادا، پڑدادا محروم ہیں باپ کی موجودگی میں۔ اور دادیاں ونانیاں محروم ہیں ماں کی موجودگی میں۔

[۴] اس طرح ابعد کے ذوالارحام [نانا، بھانجا، بھانجی، ماموں، پھوپھی وغیر] محروم ہیں اقرب کے ذوالاحام [نواسہ، نواسی] کی موجودگی میں یا بھانجا، بھانجی، خالہ، ماموں، پھوپھی وغیرہ محروم ہیں نانا، نانی کی موجودگی میں، اسی طرح خالہ، ماموں، پھوپھی محروم ہیں جب بھانجا، بھانجی موجود ہو۔

حاجبینِ حرمان:

یعنی وہ وارث جو دوسروں کو ساقط یعنی محروم کر دیتے ہیں۔

[۱] بیٹا۔ ہر قسم کے بھائی بہن اور پوتا و پوتی کو محروم کر دیتا ہے، الغرض بیٹا باقی تمام عصبات کو محروم کر دیتا ہے جو اس سے درجہ میں نیچے ہیں۔

[۲] پوتا۔ یہ بھی اُنھیں کو محروم کرتا ہے جن کو بیٹا محروم کرتا تھا البتہ دیگر پوتی، پوتے یعنی اپنے چچازادوں کو محروم نہیں کرتا۔

[۳] باپ۔ دادا اور دادی کو محروم کر دیتا ہے اور ہر قسم کے بھائی بہنوں کو بھی محروم کرتا ہے۔

[۴] دادا۔ اُن سب کو محروم کرتا ہے جن کو باپ محروم کرتا ہے سوائے اپنے درجے کے دادا، دادی کے۔

[۵] ماں۔ ہر قسم کی نانیوں اور دادیوں کو محروم کرتی ہے۔

[۶] بیٹی۔ اخیافی بھائی بہن کو محروم کر دیتی ہے، اگر دو بیٹیاں ہوں تو پوتی کو بھی محروم کر دیتی ہیں بشرطیکہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہ ہو۔

[۷] حقیقی بہن۔ دو ہوں تو علاتی بہن محروم ہے بشرطیکہ وہ عصبہ نہ ہوئی ہو۔

[۸] حقیقی بھائی۔ علاتی بھائیوں اور ہر قسم بھتیجوں اور چچا وغیرہ کو محروم کرتا ہے۔

[۹] علاتی بھائی۔ ہر قسم کے بھتیجوں، چچا اور چچا کے اولاد کو محروم کرتا ہے۔

فائدہ:

شوہر، زوجہ، دادی نانی، اخیافی بھائی، اخیافی بہن، یہ تمام کسی بھی دوسرے وارث کو محروم نہیں کرتے۔

وارثوں پر تقسیم کا اجمالی خاکہ

وارثوں پر تقسیم اس طرح ہوگی کہ سب سے پہلے اصحاب الفروض کو حصہ دیا جائے گا۔ پھر اگر مال باقی بچا ہو تو عصبات نسبیہ کو ملے گا، پھر اگر نسبیہ نہ ہو تو عصبات سببیہ میں سے مولیٰ عتاقہ کو ملے گا، اگر مولیٰ عتاقہ بھی موجود نہ ہو تو پھر مولیٰ عتاقہ کے کسی مذکر عصبہ کو دیا جائے گا اور اگر عصبہ نسبیہ و مولی عتاقہ دونوں نہ ہوں تو پھر ذوی الفروض نسبیہ پر رد کیا جائے گا اپنے حصوں کے حساب سے، نہ کہ ذوی الفروض سببیہ پر۔

عدم رد کی صورت میں یعنی جب نہ ذوی الفروض ہو اور نہ عصبات تو پھر ذوی الارحام پر تقسیم کیا جائے گا، اور جب یہ مذکورہ تینوں قسم کے وارث [ذوی الفروض، عصبات، وذوی الارحام] نہ ہوں تو پھر مولیٰ الموالاۃ کو سارا مال دیا جائے گا اور اگر مولی الموالاۃ بھی نہ ہو تو پھر مقرلہ بالنسب علی الغیر ہے اور جب یہ تمام مذکورین نہ ہوں تو پھر موصی لہ بجمیع المال کو، اور اگر وہ بھی نہ ہو تو پھر آخر میں سارا مال بیت المال میں عام مسلمانوں کے فائدے کے لئے رکھ دیا جائے گا۔

وارثوں کے حصوں کا تفصیلی بیان

ذوی الفروض:

[ا] باپ:

باپ کا حق $\frac{1}{6}$ سے کبھی بھی کم نہیں ہوتا، ہاں بعض دفعہ ترکہ میں سے تہائی حصہ اور کبھی اس سے بھی زیادہ مل جاتا ہے۔ اور اگر باپ کے سوا میت کا کوئی وارث ہی نہ ہو تو پھر باپ کو کل مال مل جاتا ہے۔ بہر حال باپ کے صرف تین صورتیں ہیں زیادہ نہیں۔

[ا] باپ کو صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت نے کوئی بیٹا یا بیٹے کی مذکر اولاد یا پوتے کی مذکر اولاد چھوڑ دی ہو۔ مثال:

مسئلہ		زید (متوفی)
زوجہ	والد	بیٹا
آٹھواں	چھٹا	باقی

[۲] اگر میت کی کوئی مذکر اولاد کسی درجہ میں بھی نہ ہو بلکہ مونث اولاد یعنی بیٹی یا پوتی یا پڑ پوتی موجود ہو تو میت کے باپ کو چھٹا حصہ ملتا ہے اور موجودہ تمام ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ بھی باپ کو دیا جاتا ہے یعنی باپ اس صورت میں ذوی الفروض + عصبہ ہے یعنی فرضی حصہ بھی لیتا ہے اور باقی بھی لیتا ہے۔ مثال:

مسئلہ				زید
زوجہ	والدہ	بیٹی	والد	والد
آٹھواں	چھٹا	نصف	چھٹا	باقی

[۳] اگر میت کی نہ بیٹی ہو نہ بیٹا، نہ بیٹے کی اولاد، نہ پوتے کی، نہ پڑپوتے کی، تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ سب باپ کو مل جائے گا، اس صورت میں باپ کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ باپ یہاں عصبہ محض ہے یعنی صرف عصبہ ہے۔

مثال:

مسئلہ — زید

زوجہ	والدہ	باپ	نواسی
چوتھائی	تہائی	باقی	محروم

فائدہ:

اس تیسری حالت میں باپ صرف عصبہ ہے ذوی الفروض نہیں اور حالت دوم میں عصبہ بھی ہیں اور ذوی الفروض بھی اور پہلی حالت میں صرف ذوی الفروض ہے عصبہ نہیں۔

[2] دادا:

اگر میت کا باپ موجود ہو تو پھر دادا بالکل محروم ہے کیونکہ باپ اقرب ہے اور اگر باپ نہ ہو تو پھر دادا کو حصہ ملتا ہے کیونکہ اس صورت میں پھر دادا باپ کا قائم مقام بن جاتا ہے۔ اس صورت میں دادا کو وہ حصے ملتے ہیں جو باپ کو ملتے تھے [وہی باپ کی تین حالتیں دادا کی بھی ہیں] جس کی مثالیں بالترتیب یہ ہیں:

[۱] مسئلہ — زید

زوجہ	دادا	بیٹا
آٹھواں	چھٹا	باقی

[۲] مسئلہ — زینب

شوہر	بیٹی	دادا	دادا
چوتھا	نصف	چھٹا	باقی

[۳] مسئلہ زید

زوجہ	والدہ	دادا
چوتھا	تہائی	باقی

فائدہ:

یہ تینوں حالتیں باپ اور دادا کے حصوں میں بالکل یکساں ہیں لیکن ایک خفیف فرق یہ ہے کہ بعض صورتوں میں والدہ کے حصہ کی مقدار گھٹ کر باپ کے حصے کی مقدار بڑھ جاتی ہے لیکن دادا کی موجودگی میں ماں کے حصے میں یہ کمی زیادتی نہیں ہوتی۔ دادا کی چوتھی حالت یہ ہے کہ باپ کی موجودگی میں دادا بالکل محروم ہے۔ مثال:

[۴] مسئلہ زید

زوجہ	بیٹی	باپ	باپ	دادا
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	باقی	محروم

پڑدادا، سکڑدادا:

☆ واضح ہو کہ پڑدادا، سکڑدادا کے بھی یہی حصے اور حال ہیں جو دادا میں مذکور ہوئے لیکن دادا کے سامنے پڑدادا اور پڑدادا کے سامنے سکڑدادا محروم ہے۔

☆ شریعت اور لغتِ عربی میں دادای کے باپ کو اور دادی کی ماں کے باپ کو بھی جد یعنی دادا کہتے ہیں لیکن یہ لوگ ذوی الفروض نہیں بلکہ ذوی الارحام میں داخل ہیں کیونکہ یہ جد صحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہیں۔ کیونکہ ان کے سلسلۂ رشتے میں عورت کا واسطہ آتا ہے۔

[3] اخیافی بھائی و بہن:

چونکہ اخیافی بھائی بہنوں کا حال یکساں ہے اس لئے ہم نے اکٹھا ذکر کیا۔ اخیافی ذوی الفروض میں سے ہیں عصبہ نہیں کیونکہ عصبہ نسبی وہ ہے جو باپ کی طرف سے علاقہ رکھتا ہو۔

اخیافی بھائی یا بہن کو حصہ ملتا ہے بشر طیکہ میت کے باپ، دادا موجود نہ ہو اور نہ بیٹا بیٹی، پوتا پوتی موجود ہو ورنہ پھر محروم ہیں۔ پس ان کے تین احوال ہوتے ہیں۔

[۱] اگر صرف ایک اخیافی بھائی یا ایک اخیافی بہن ہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ پائے گا۔

مثال:

مسئلہ		زید
والدہ	اخیافی بھائی	حقیقی بھائی
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	باقی

مسئلہ		زید
والدہ	اخیافی بہن	حقیقی بھائی
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	باقی

[۲] اگر اخیافی بھائی یا بہن ایک سے زیادہ ہوں یا بھائی بہن شریک ہوں تو ان سب کو کل ترکے کا ثلث ملے گا جو آپس میں باہم برابر تقسیم کرلیں گے۔ مرد و عورت کے حصے میں کوئی تفاوت نہ ہوگی، یہ اخیافی بھائی بہنوں کی خصوصیت ہے یعنی مرد و زن برابر شریک۔

مثال:

مسئلہ		زینب
شوہر	دادی	دو اخیافی
		$\frac{1}{3}$

مسئلہ			زید
زوجہ	ماں	دس اخیافی بھائی	دس اخیافی بہن
		------ ثلث ------	

[۴] اگر میت کا بیٹا بیٹی، پوتا پوتی یا پڑ پوتا پڑ پوتی موجود ہو یا میت کا باپ دادا، پڑ دادا موجود ہو تو یہ اخیافی بھائی بہن بالکل محروم ہوتے ہیں۔

مسئلہ

زوجہ	والدہ	باپ	اخیافی
ربع	ثلث	باقی	محروم

مسئلہ

والدہ	بیٹا	اخیافی
سدس	باقی	محروم

مسئلہ

شوہر	والدہ	دادا	اخیافی
نصف	ثلث	باقی	محروم

[5] شوہر:

شوہر کی دو حالتیں ہیں.

(۱) اگر زوجہ کا انتقال ہوا اور اُس نے کوئی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، وغیرہ نہیں چھوڑا تو شوہر کو زوجہ کے ترکے سے نصف حصہ ملے گا۔

مثال:

مسئلہ

شوہر	والدہ	والد
نصف	ثلث ما بقی	باقی

مسئلہ

شوہر	بہن حقیقی	چچا
نصف	نصف	محروم

(۲) اگر زوجہ کے کوئی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو [خواہ اس شوہر سے ہو یا دوسرے سے] تو شوہر کو کل مال کا ربع ملے گا۔

مثال:

مسئلہ

شوہر	والدہ	بیٹا
چوتھا	چھٹا	باقی

مسئلہ

شوہر	بیٹی	چچا
چوتھا	نصف	باقی

مسئلہ

شوہر	پڑپوتا	باپ
چوتھا	باقی	چھٹا

[6] زوجہ [بیوی]:

زوجہ کی بھی دو حالتیں ہیں:

(۱) اگر شوہر [میت] کا کوئی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ نہ ہو تو پھر کل ترکہ میں زوجہ کو ربع ($\frac{1}{4}$) دیا جاتا ہے۔

مسئلہ

باپ	بیوی
باقی	$\frac{1}{4}$

(۲) اگر شوہر [میت] بیٹا، بیٹی یا پوتا، پوتی یا پڑپوتا، پڑپوتی موجود ہو تو زوجہ کو صرف اٹھواں ($\frac{1}{8}$) حصہ ملے گا، خواہ اولاد اس بیوی سے ہو یا دوسری بیوی سے۔

مثال:

مسئلہ

باپ	بیٹا	بیوی
$\frac{1}{6}$	باقی	$\frac{1}{8}$

فائدہ:

☆اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے حصوں کی تقسیم میں بھی للذکر مثل حظ الانثیین کے قانون کو ملحوظ رکھا ہے۔

☆اگر بیویاں ایک سے زیادہ ہوں تو پھر یہی حصہ ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا اس مقررہ سے زیادہ نہیں ملے گا۔

[7] اُم [ماں]:

ماں کے تین احوال ہیں:

(۱) اگر میت کی اولاد موجود ہو یا ایک سے زیادہ کسی قسم کا اِخوہ یعنی دو بھائی بہن [خواہ عینی ہو یا علاتی یا اخیافی] موجود ہوں، پھر یہ ایک سے زیادہ صرف بھائی ہوں یا صرف بہنیں ہوں یا بھائی بہن دونوں ہوں تو والدہ کو چھٹا ($\frac{1}{6}$) ملے گا۔

مثال:

مسئلہ

ماں	بیٹا
$\frac{1}{6}$	باقی

مسئلہ

3 حقیقی بھائی	ماں
باقی	$\frac{1}{6}$

(۲) اگر میت کی زوجہ یا شوہر اور باپ دونوں موجود ہوں یعنی بیوی + باپ ہو یا شوہر + باپ ہو تو احد الزوجین کا حصہ نکالنے کے بعد ثلث ما بقی یعنی باقی کا ($\frac{1}{3}$) والدہ کو ملے گا۔

مثال:

مسئلہ

بیوی	باپ	ماں
$\frac{1}{4}$	باقی	ثلث ما بقی

مسئلہ

باپ	شوہر	ماں
باقی	$\frac{1}{2}$	ثلث ما بقی

(۳) اگر مذکورہ بالا صورتوں میں سے کوئی بھی صورت موجود نہ ہو تو والدہ کو کل مال میں سے ثلث ($\frac{1}{3}$) ملے گا۔ الغرض والدہ کو کل کا تہائی ($\frac{1}{3}$) ملنے میں تین شرطیں ضروری ہیں۔

[i] میت کے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی کوئی نہ ہو۔ [ii] میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے موجود نہ ہوں، [iii] میت کا احد الزوجین اور باپ دونوں اکٹھے زندہ نہ ہو، ہاں کسی ایک کے موجود ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مثال:

مسئلہ

شوہر	اخیافی بھائی	ماں
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	ثلث کل مال

فائدہ:

- ❖ میت کا باپ جب زوجہ یا شوہر کے ساتھ آتا ہے یعنی جب احد الزوجین + باپ ہو تو والدہ کا حصہ کم کر دیتا ہے اور اگر بجائے باپ کے شوہر یا زوجہ کے ساتھ میت کا دادا آجائے یعنی احد الزوجین + دادا ہو تو پھر والدہ کا حصہ کم نہیں ہوتا یعنی دادا، والدہ کے حصے کو کم نہیں کرتا۔
- ❖ جدید طرز یعنی 24 کے حساب سے ماں کے ثلث ما بقی کا آسان طریقہ یہ ہے کہ:

اگر خاوند + باپ ہو تو ماں ثلث ما بقی ($\frac{4}{24}$) ملے گا جبکہ بیوی + باپ ہو تو پھر ماں کو ثلث ما بقی ($\frac{6}{24}$) ملے گا۔

کیونکہ ان دونوں صورتوں میں $\frac{4}{24}$ اور $\frac{6}{24}$ ثلث ما بقی ہی ہے جیسے کہ:

6

خاوند	باپ	ماں
$\frac{1}{2}$	باقی	$\frac{1}{3}$ (ثلث ما بقی)
3	2	1

کسر کی شکل میں	$\frac{3}{6}$	$\frac{2}{6}$	$\left(\frac{1}{6}\right)$

یہ $\left(\frac{1}{6}\right)$ 24 کے حساب سے $\frac{4}{24}$ ہی بنتا ہے۔

12

بیوی	باپ	ماں
$\frac{1}{4}$	باقی	$\frac{1}{3}$ (ثلث ما بقی)
3	6	3 کسر کی شکل میں
$\frac{3}{12}$	$\frac{6}{12}$	$\left(\frac{3}{12}\right)$

$\left(\frac{3}{12}\right)$ 24 کے حساب سے $\frac{6}{24}$ ہی بنتا ہے کیونکہ $\frac{3}{12}$ x 24 سے $\frac{6}{24}$ ہی بنتا ہے۔

[8] بنت صلبی [بیٹی]:

بیٹی اگر اپنے بھائی یعنی میت کے بیٹے کے ساتھ آجائے تو عصبہ ہو جاتی ہے ورنہ ذوی الفروض رہتی ہے۔اس لئے اسکی تین حالتیں ہیں۔

[ا] اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو تو میت کے ترکہ سے بیٹی کو نصف ($\frac{1}{2}$) ملتا ہے۔

مثال:

مسئلہ

شوہر	بیٹی
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{2}$

اور اگر دیگر کوئی وارث بالکل نہ ہو پھر باقی مال بھی رد کے ذریعے ہی بیٹی کو ملتا ہے، نصف بطور فرضی حصہ اور نصف باقی بطور رد کے۔

مثال:

مسئلہ
بیٹی
کل مال

[۲] اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں اور کوئی بیٹا نہ ہو تو ان بیٹیوں کو ترکہ کے دو ثلث ($\frac{2}{3}$) ملے گا جو ان پر برابر تقسیم کیا جائے گا یعنی سب ثلثین میں برابر کے شریک ہوں گئیں۔

مثال:

مسئلہ

زوجہ	دو بیٹی	باپ
آٹھواں	دو ثلث	باقی

[۳] اگر بیٹیوں کے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو تو اس صورت میں بیٹی کا کوئی حصہ مقرر نہیں یعنی پھر بیٹی ذوی الفروض نہیں رہتی بلکہ بیٹی یہاں بیٹے [اپنے بھائی] کی وجہ سے عصبہ بالغیر ہو گی اور اب تقسیم "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ" کے مطابق ہو گی یعنی 2:1 کے حساب سے یعنی بیٹا دو بیٹیوں کے برابر ہے لہٰذا بیٹی کو بیٹے کے حصے کے مطابق آدھا دیا جائے گا۔

مثال:۔

مسئلہ:4

بیٹا	بیٹی	بیٹی
2	1	1

[9] بنت الابن وان سفلت [پوتی، پڑپوتی وغیرہ]:۔

یہاں پوتی سے مراد صرف بیٹے کی بیٹی مراد نہیں بلکہ پوتے اور پڑپوتے کی بیٹی کو بھی پوتی کہتے ہیں۔ اگر پوتی موجود نہ ہو تو پڑپوتی کو اور اگر پڑپوتی موجود نہ ہو تو پڑپوتے کی بیٹی کو انہیں حصوں کے مستحق قرار دیا جائے گا۔ پوتی کی میراث کی چھ صورتیں ہو سکتی ہیں لیکن پڑپوتی وغیرہ کے حالات کو بھی اگر اس کے تحت داخل کر دی جائے تو پھر زیادہ صورتیں بنتی ہیں۔

[۱] اگر میت کا بیٹا بیٹی نہ ہو صرف ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ میں سے نصف ملے گا جیسے کہ بیٹی کو ملتا تھا گویا کہ اس صورت میں پوتی، بیٹی کے قائم مقام ہو گی [اگر پوتی نہ ہو تو پھر پڑپوتی کا بھی یہی حال ہو گا]

مسئلہ

پوتی	ماں	باپ
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	باقی

[۲] اگر پوتیاں ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو کل مال میں سے دو تہائی دیا جائیگا جس میں سب برابر کے شریک ہو نگی۔ اس صورت میں بھی پوتیاں، بیٹیوں کے قائم مقام ہیں۔

مسئلہ

3 پوتیاں	ماں	باپ
$\frac{2}{3}$	$\frac{1}{6}$	باقی

[۳] اور اگر ایک یا کئی پوتیوں کے ساتھ کوئی پوتا آجائے تو جو کچھ ذوی الفروض کو دینے کے بعد بچ جائے وہ پوتی اور پوتے پر للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہو گا [کمافی البنت والابن]

مسئلہ

پوتی	پوتی	پوتا	باپ
------------باقی------------			$\frac{1}{6}$
1	1	2	

[۴] اور اگر میت کا نہ بیٹا بیٹی ہو اور نہ پوتا، پوتی تو پھر پڑپوتے اور پڑپوتی کا یہی حال ہے۔

مسئلہ

پڑپوتی	پڑپوتی	پڑپوتا	ماں
------------باقی------------			$\frac{1}{6}$

[۵] اگر میت کا بیٹا، پوتا، پڑپوتا موجود نہ ہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیوں کو صرف چھٹا حصہ ملے گا خواہ ایک پوتی ہو یا کئی [تکملۃ الثلثین] اس طرح اگر پوتی بھی نہ ہو تو پھر پڑپوتی ایک بیٹی کے ساتھ آکر چھٹا حصہ لیتی ہے خواہ ایک پڑپوتی ہو یا کئی۔ مثال:

مسئلہ

بیٹی	پوتی
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$

[٦] اگر میت کا بیٹا نہ ہو اور ایک بیٹی، پوتی اور پڑپوتا موجود ہو تو بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس ملے گا تکملۃ الثلثین اور باقی بچا ہوا پڑپوتے کو ملے گا اور اگر کئی بیٹیاں ہوں اور ساتھ پوتی اور پڑپوتا بھی موجود ہو تو بیٹیاں ثلثین لے کر پوتی پڑپوتے کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی ورنہ اگر پڑپوتا نہ ہوتا تو پوتی محروم رہ جاتی۔

مسئلہ

بیٹی	پوتی	پڑپوتا
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	باقی

مسئلہ

2بیٹی	پوتی	پڑپوتا
$\frac{2}{3}$	------باقی------	

[۷] اگر میت کا بیٹا، پوتا، پڑپوتا نہ ہو اور دو یا زیادہ بیٹیاں موجود ہوں تو پوتی بالکل محروم رہے گی۔

مسئلہ

2بیٹی	پوتی
$\frac{2}{3}$	محروم

[۸] اگر میت کی پوتیاں موجود ہو تو پڑپوتیاں محروم رہیں گی۔

مسئلہ

4پوتیاں	2پڑپوتیاں
$\frac{2}{3}$	محروم

[۹] اگر میت کا بیٹا موجود ہے تو پوتیاں، پڑپوتیاں، سکڑوتیاں سب محروم رہیں گی۔

مسئلہ

بیٹا	پوتیاں	پڑپوتیاں	سکڑپوتیاں
تمام مال	---------	محروم	-------------

فائدہ:

پوتیوں کا جو حال بیان ہوا اس میں یہ ضروری نہیں کہ سب پوتیاں ایک بیٹے کی اولاد ہوں یا سب پڑپوتیاں ایک پوتے سے ہوں بلکہ اگر مختلف بیٹوں کی بیٹیاں ہوں تو انکے بھی وہی حصے ہیں مثلاً:

ایک بیٹے کی صرف ایک بیٹی ہے اور دوسرے بیٹے کی پانچ بیٹیاں ہیں تو اب اگر ان کو دو ثلث ملیں گے تو ہم اس کے چھ حصے کر کے ہر ایک پوتی کو ایک ایک حصہ دیں گے ایسا نہیں ہوگا کہ جو بیٹی ایک ہے اُسے زیادہ حصہ دیا جائے۔اس طرح پوتیاں پوتوں کے ساتھ مل کر عصبہ ہونے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ پوتی اور پوتے ایک شخص کی اولاد ہو بلکہ اپنے بھائی کے علاوہ چچازاد بھی ان پوتیوں کو عصبہ بنا سکتا ہے۔

نیز پوتیوں کے محروم ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ میت کا جو بیٹا موجود ہے وہ ان کا باپ ہو بلکہ میت کا دوسرا بیٹا یعنی ان کا چچا بھی ان لڑکیوں کو محروم کر سکتا ہے۔

مسئلہ تشبیب:

جب پوتی، پڑپوتی وغیرہ کے ساتھ اپنے درجہ میں مرد عصبہ موجود نہ ہو تو پھر نیچے درجے میں مرد عصبہ اپنے درجے کی لڑکیوں اور اوپر درجے کی ذوی الفروض سے محروم شدہ لڑکیوں کو اپنے ساتھ عصبہ کرتا ہے جیسے پوتی کے ساتھ اگر پوتا نہ ہو تو نیچے موجود پڑپوتا یا سکڑپوتا عصبہ اپنے درجہ کی لڑکیوں اور اوپر محروم شدہ پوتی کو بھی عصبہ کرتا ہے۔

مسئلہ — زید

2بیٹیاں	پوتی	پڑپوتی	پڑپوتا
$\frac{2}{3}$	----------	----باقی----	----------
	1	1	2

مسئلہ

بیٹی	پوتی	2پڑپوتی	3سکڑپوتیاں	سکڑپوتا
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	----------	باقی	----------

[10] عینی [حقیقی بہن]:

[۱] اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، پڑوتا پڑوتی نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کو میت کے کل ترکہ میں سے نصف مال ملے گا۔

مسئلہ

3حقیقی بہن	ماں
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{3}$

[۲] اگر میت کے کوئی بیٹی، پوتی پڑوتی، نہ ہو اور دو یا زیادہ بہنیں ہوں تو ان سب کو ترکہ میں سے دو ثلث ($\frac{2}{3}$) ملے گا جو ان پر باہم برابر تقسیم ہو گا۔

مسئلہ

3 بہن	ماں
$\frac{2}{3}$	$\frac{1}{6}$

[۳] اگر میت کی بیٹی، پوتی یا پڑپوتی یا سکڑوتی موجود ہو [خواہ ایک ہو یا زیادہ] تو اس صورت میں ان ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے تو وہ میت کی بہن کو ملے گا کیونکہ اس صورت میں بیٹی کی موجودگی میں بہن عصبہ مع الغیر بن کر باقی مال لیتی ہے بشرطیکہ بہن کے ساتھ اپنا بھائی (حقیقی بھائی) نہ ہو۔ جیسے:

مسئلہ

زوجہ	بیٹی یا پوتی	حقیقی بہن
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{2}$	باقی

مسئلہ

بیٹی	پوتی	بہن
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	باقی

[۴] اگر میت کے حقیقی بھائی [ایک یا زیادہ] موجود ہو تو بہن اُنکے ساتھ عصبہ ہو کر ذوی الفروض کو حصہ ملنے کے بعد باقی مال بھائی بہن پر باہم للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوگا۔ جیسے:

مسئلہ

شوہر	والدہ	بیٹی	بہن	بھائی
چوتھا	چھٹا	نصف	۔۔۔۔باقی۔۔۔۔	

یہ مندرجہ ذیل بالا چار حالات حقیقی بہن کی اُس وقت ہے جب میت کا باپ، دادا اور بیٹا، پوتا، پڑوتا نہ ہو۔

[۵] اگر میت کے مذکر اصول جیسے باپ، دادا یا مذکر فروع جیسے بیٹا، پوتا، پڑوتا وغیرہ میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو تو بہن کو کچھ حصہ نہیں ملتا بلکہ محروم ہے کیونکہ اب، جد اور ابن، ابن الابن کی موجودگی میں ہر قسم کے بہن بھائی محروم ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ

باپ یا دادا	بیوی	حقیقی بہن
باقی	$\frac{1}{4}$	محروم

مسئلہ

بیٹا یا پوتا	ماں	حقیقی بہن
باقی	$\frac{1}{6}$	محروم

[11] علاتی [باپ شریک] بہن:

حقیقی بہن موجود نہ ہو تو علاتی بہن اس کی قائم مقام ہو جائے گی اور وہی عینی کے پانچ حالات اس کے بھی ہونگے۔ فرق یہ ہے کہ وہاں حقیقی بھائی بہن لکھنے کی بجائے یہاں علاتی بہن بھائی لکھیں گے لیکن حقیقی بھائی کے ساتھ یہ علاتی بہن عصبہ نہیں ہو سکتی بلکہ محروم رہ جائے گی، ہاں اپنے علاتی بھائی کے ساتھ عصبہ ہو سکتی ہے۔ ان پانچ حالات کے علاوہ علاتی بہن کے باقی دو حال یہ ہیں۔

[٦] اگر میت کی بیٹی، پوتی، پڑپوتی کوئی بھی موجود نہیں لیکن ایک حقیقی بہن موجود ہو تو علاتی بہن صرف چھٹا حصہ لیتی ہے (تکملۃ الثلثین) اگر ایک ہو تو تنہا اور اگر ایک سے زیادہ بہنیں ہوں تو پھر سب سدس میں برابر کے شریک ہیں۔

مسئلہ

ایک حقیقی بہن	علاتی بہن
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$

[۷] میت کے حقیقی بھائی بہنوں کی موجودگی بھی علاتی بہنوں کو اکثر محروم کردیتی ہے۔ وہ یہ صورتیں ہیں :

☆ اگر حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بہن [بلکہ علاتی بھائی بھی] میراث سے محروم رہے گا۔

مسئلہ

حقیقی بھائی	علاتی بھائی بہن
تمام مال	محروم

☆ اگر میت کی حقیقی بہن اور حقیقی بھائی دونوں موجود ہوں تو پھر بھی علاتی محروم ہیں۔

مسئلہ

حقیقی بھائی	حقیقی بہن	علاتی بہن بھائی
---------تمام مال---------		محروم

☆ اسی طرح میت کی دو یا زیادہ حقیقی بہنوں کی موجودگی میں بھی علاتی بہنیں محروم ہیں ہاں اگر علاتی بہن کے ساتھ علاتی بھائی بھی موجود ہو تو پھر عصبہ بن کر حصہ لیتی ہے۔

مسئلہ

2 حقیقی بہن	علاتی بہن
$\frac{2}{3}$	محروم

مسئلہ

حقیقی بہن	علاتی بہن	علاتی بھائی
$\frac{1}{2}$	---------باقی---------	

مسئلہ

علاتی بھائی	علاتی بہن	2 حقیقی بہن
------------باقی----------		$\frac{2}{3}$

☆ جب میت کے نہ کوئی حقیقی بھائی ہو اور نہ علاتی بھائی ہو اور حقیقی بہن کے ساتھ میت کی بیٹی، پوتی وغیرہ موجود ہو تو بھی علاتی بہن کو کچھ نہیں ملتا [یہاں بیٹی، پوتی کی وجہ سے علاتی بہن محروم نہیں ہوتی بلکہ حقیقی بہن، بیٹی اور پوتی کی موجودگی میں عصبہ بنے گی۔ اور باقی مال علاتی بہن سے مقدم ہو کر حقیقی بہن لے لیتی ہے کیونکہ حقیقی بہن، علاتی بہن سے قوی ہے۔

مسئلہ

علاتی بہن	حقیقی بہن	بیٹی
محروم	باقی	$\frac{1}{2}$

☆ ہاں اگر حقیقی بہن نہ ہو اور علاتی بہن کے ساتھ بیٹی یا پوتی آتے جائے تو پھر علاتی بہن عصبہ بنے گی۔

مسئلہ

علاتی بہن	بیٹی
باقی	$\frac{1}{2}$

[12] جدہ صحیحہ:

جدہ سے مراد ام الاب (دادی) اور ام الام (نانی) دونوں ہیں ان کا حال یکساں اور دونوں کا حصہ ایک ہی ہے۔

ابویات یعنی دادیاں:

پھر دادی صرف باپ کی ماں کو نہیں کہا جاتا بلکہ دادا کی ماں اور دادی کی ماں وغیرہ بھی شرعاً دادی ہے اور سب ذوی الفروض میں داخل ہیں۔اس طرح ایک شخص کے کئی دادیاں ہوسکتی ہیں لیکن یہاں ہم صرف چار پشتوں [پیڑھیوں] تک دادیوں کا شمار کریں گے

قاعدہ:

دادیاں دو قسم کی ہیں: (۱) جدّہ صحیحہ اور (۲) فاسدہ

جدہ فاسدہ وہ ہے کہ میت اور اُس کے درمیان سلسلہ نسب میں جد فاسد کا واسطہ آجائے جیسے کہ جدول میں ہے۔

فاسدہ دادیاں ذوی الفروض نہیں بلکہ ذوی الارحام میں سے ہیں اور پھر اگر قریب درجہ کی دادی موجود ہو تو بعید درجہ کی دادی کو بالکل حصہ نہیں ملتا۔

دادیاں صحیحہ جو ذوی الفروض ہیں، چار پشت تک یہ ہیں:

[پہلی پشت]: دادی یعنی باپ کی ماں [ام الاب]

[دوسری پشت]: دادا کی ماں [ام اب الاب]، دادی کی ماں [ام ام الاب]

[تیسری پشت]: پڑدادا کی ماں [ام اب اب الاب]، پڑدادی کی ماں [ام ام اب الاب]، باپ کی نانی کی ماں [ام ام ام الاب]

[چوتھی پشت]: دادا کی دادی [ام اب اب اب الاب]، پڑدادا کی نانی [ام ام اب اب الاب]، پڑدادای کی نانی [ام ام ام اب الاب]، باپ کی نانی کی نانی [ام ام ام ام الاب]

[۱] میت کے ترکے کا صرف چھٹا حصہ دادی کو ملتا ہے خواہ پھر دادی ایک ہو یا زیادہ بشرطیکہ سب ایک ہی درجہ [پشت] کی ہوں [ورنہ قربیٰ کی موجودگی میں بعدیٰ محروم ہے] اگر ایک درجہ کے کئی دادیاں ہوں تو سب اس چھٹے حصے میں برابر کے شریک ہیں۔

مسئلہ

حقیقی بھائی	دادی
باقی	$\frac{1}{6}$

مسئلہ

حقیقی بہن	3دادیاں
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$

[۲] اگر میت کی کوئی نانی بھی اس درجہ [پشت] کی موجود ہو جس درجہ کی دادی ہے تو وہ نانی بھی اس ایک دادی یا چند دادیوں کے ساتھ شریک ہو کر چھٹا حصہ نانی اور دادیوں پر باہم برابر تقسیم ہو گا اور اگر نانی دادی سے نیچے درجے کی ہو تو پھر دادیوں کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتی بلکہ محروم ہے۔

مسئلہ

شوہر	دادی	نانی
$\frac{1}{2}$	---------($\frac{1}{6}$)-------	

مسئلہ

پڑنانی	دادی
محروم	$\frac{1}{2}$

[۳] اگر میت کی ماں یا باپ موجود ہو تو دادیاں بالکل محروم رہتی ہیں۔

مسئلہ

دادی	ماں
محروم	$\frac{1}{3}$

مسئلہ

باپ	دادی
تمام مال	محروم

[۴] اگر میت کا دادا موجود ہو تو بھی دادیاں محروم رہتی ہیں لیکن باپ کی ماں اور باپ کی نانی اور باپ کی ماں کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی یہ چار دادیاں، دادا کے سامنے محروم نہیں رہتیں انکے سوا سب دادیاں، دادا کے سامنے محروم رہتیں ہیں۔

[۵] اگر میت کی کوئی نانی قریب درجہ کی زندہ ہو اور دادی بعید درجہ کی ہو تو دادی بعید محروم ہو گی اور نانی قریب حصہ پائے گی۔

مسئلہ

نانی	پڑدادی
$\frac{1}{6}$	محروم

اُمّہات یعنی نانیاں:

اسی طرح نانی بھی صرف ماں کی ماں کو نہیں کہتے بلکہ ماں کی نانی اور نانی کی نانی کو بھی جدہ [نانی] کہا جاتا ہے اور ذوی الفروض میں داخل ہیں، اسی وجہ سے ایک شخص کی چار پشت تک تقریباً پندرہ نانیوں میں سے صرف چار نانیاں صحیحہ ہوتی ہے باقی فاسدہ ہیں۔

قاعدہ:

نانیاں بھی دو قسم کی ہیں ایک صحیحہ اور دوسری فاسدہ۔

فاسدہ اُن کو کہتے ہیں جن کے رشتہ میں مرد کا واسطہ اور علاقہ آجائے مثلاً ماں کے باپ کی ماں [ام اب الام] وغیرہ اور یہ فاسدہ نانیاں ذوی الارحام میں سے ہیں۔ اس طرح اگر قریب پشت [درجہ] کی نانی موجود ہو تو بعید درجہ [پشت] کی نانی میراث سے محروم ہو گی۔

مسئلہ

پڑنانی	سکڑنانی
$\frac{1}{6}$	محروم

نانیاں صحیحہ چار پشت کے مندرجہ ذیل ہیں۔

[پہلی پشت]: نانی[ام الام]

[دوسری پشت]: نانی کی ماں[ام ام الام]

[تیسری پشت]: نانی کی نانی[ام ام ام الام]

[چوتھی پشت]: نانی کی پڑنانی[ام ام ام ام الام]

[ا] میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ نانی کو ملتا ہے بشرطیکہ میت کی دادی اسی پشت کی موجود نہ ہو۔

[۲] اگر میت کی ایک یا زیادہ دادیاں بھی اس درجہ کی موجود ہوں جس درجہ کی نانی ہے تو چھٹے حصے میں نانی کے ساتھ دادی بھی شریک ہو گی بشرطیکہ دادی اُسی درجے کی ہو جس درجے کی نانی ہے۔

مثال:

مسئلہ

دادی	نانی	شوہر
-------$(\frac{1}{6})$-------		$\frac{1}{2}$

ورنہ جدول کے مطابق اوپر درجے کی دادی محروم ہے نیچے درجے کی نانی کی موجودگی میں۔

[۳] اگر میت کی ماں زندہ ہو تو تمام نانیاں خواہ قریب ہو کہ بعید محروم ہیں لیکن باپ اور دادا کی موجودگی میں نانی محروم نہیں ہوتی بلکہ حصہ پاتی ہے۔البتہ ماں کی موجودگی میں نانیاں اور دادیاں سب محروم ہیں۔

مسئلہ

دادی	باپ
محروم	تمام مال

مسئلہ

باپ	نانی
باقی	$\frac{1}{6}$

مسئلہ

ماں	نانی	دادی
$\frac{1}{3}$	محروم	محروم

[۴] اگر میت کی دادی قریب درجے کی ہو اور نانی بعید کی ہو تو نانی محروم ہے اور دادی حصہ پائی گی کیونکہ قریب کے ہوتے ہوئے بعید محروم ہے۔

مسئلہ

دادی	پڑنانی
$\frac{1}{6}$	محروم

....

جدول جد صحیح وجد فاسد اور جدہ صحیحہ وجدہ فاسدہ

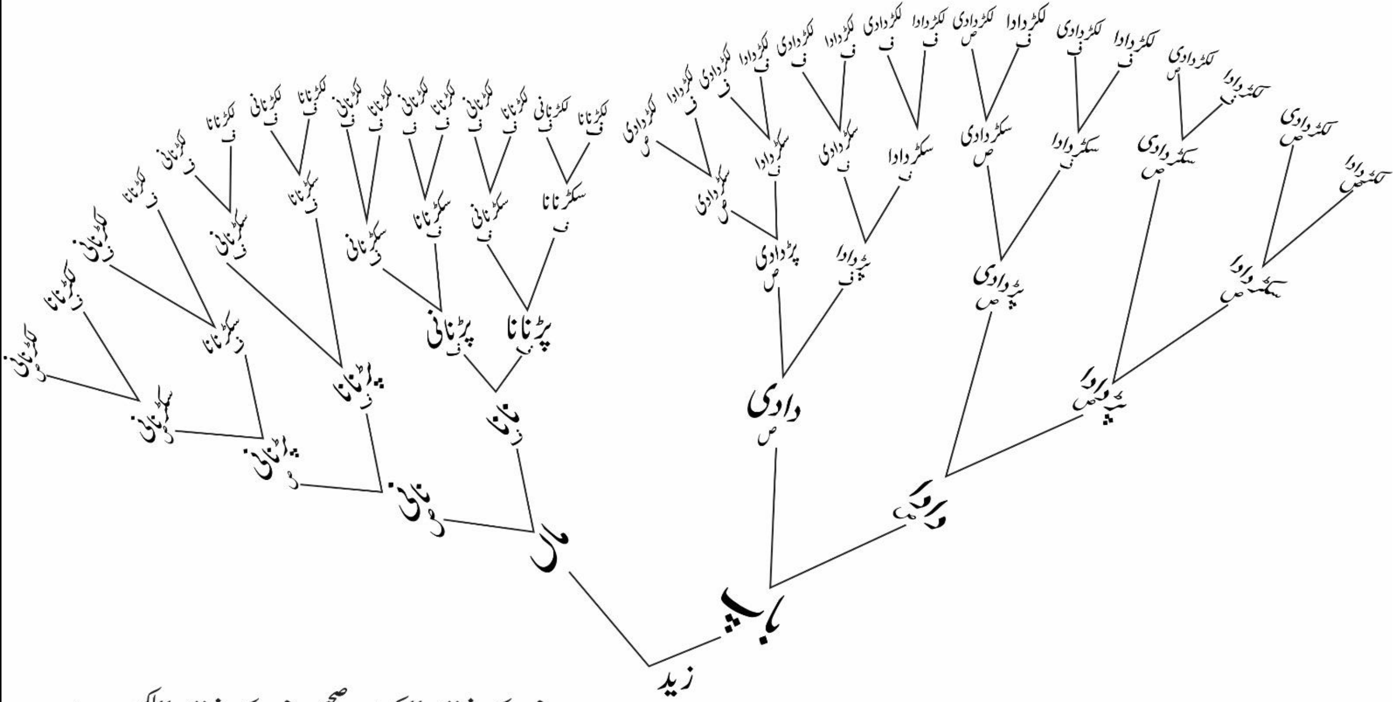

زید
میت

جن کے نیچے ''ص'' لکھا ہو وہ صحیح اور جن کے نیچے ''ف'' لکھی ہو وہ فاسد ہے

جدول ذوی الفروض

نمبر شمار	وارث	تعداد	حصہ ذوی الفروض			حالت و کیفیت اور شرائط
1	خاوند	★	نصف	1/2	12/24	جب میت کی اولاد نہ ہو۔
			ربع	1/4	6/24	جب میت کی اولاد ہو۔
2	بیوی	ایک ہو یا چار تک	ربع	1/4	6/24	جب میت کی اولاد نہ ہو۔
			ثمن	1/8	3/24	جب میت کی اولاد موجود ہو۔
3	بیٹی	1 ہو	نصف	1/2	12/24	جب میت کا بیٹا نہ ہو۔
		1 سے زیادہ	ثلثین	2/3	16/24	جب میت کا بیٹا نہ ہو۔
4	پوتی	1 ہو	نصف	1/2	12/24	جب میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا نہ ہو۔
		1 سے زیادہ	ثلثین	2/3	16/24	جب میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا نہ ہو۔
		جتنی بھی ہو	سدس	1/6	4/24	جب میت کا بیٹا، پوتا نہ ہو اور ایک بیٹی ہو۔
″	پڑپوتی	1 ہو	نصف	1/2	12/24	بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا نہ ہو۔
		1 سے زیادہ	ثلثین	2/3	16/24	بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا نہ ہو۔
		جتنی بھی ہو	سدس	1/6	4/24	بیٹا، پوتا، پڑپوتا نہ ہو اور ایک بیٹی یا ایک پوتی ہو۔
″	سکڑپوتی	1 ہو	نصف	1/2	12/24	بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی اور سکڑپوتا نہ ہو۔
		1 سے زیادہ	ثلثین	2/3	16/24	بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی اور سکڑپوتا نہ ہو۔
		جتنی بھی ہو	سدس	1/6	4/24	بیٹا، پوتا، پڑپوتا، سکڑپوتا نہ ہو اور ایک بیٹی یا ایک پوتی یا ایک پڑپوتی ہو۔
5	باپ	★	سدس	1/6	4/24	جب میت کی مذکر اولاد موجود ہو۔
			4/24 + ذوی الفروض سے بچا ہوا			مذکر اولاد نہ ہو، مونث موجود ہو، یہاں باپ (ذوی الفروض + عصبہ) ہے۔
6	ماں	1 ہوتی ہے اور سوتیلی ماں محروم ہے	سدس	1/6	4/24	اولاد یا ایک سے زیادہ کسی قسم کا اخوہ یا (خاوند + باپ) موجود ہو۔
			ربع	1/4	6/24	اولاد اور اخوہ اور (خاوند + باپ) نہ ہو بلکہ (بیوی + باپ) ہو۔
			ثلث	1/3	8/24	اولاد، اخوہ اور (احد الزوجین + باپ) جب نہ ہو۔
7	دادا	1	سدس	1/6	4/24	میت کی مذکر اولاد ہو، باپ نہ ہو۔
			4/24 + ذوی الفروض سے بچا ہوا			میت کی مذکر اولاد نہ ہو مونث موجود ہو اور باپ بھی نہ ہو۔
8	(جدہ صحیحہ) دادی / نانی	کئی ممکن ہے	سدس	1/6	4/24	میت کا باپ اور ماں دونوں نہ ہوں۔
						میت کی صرف ماں نہ ہو۔
9	حقیقی بہن	1 ہو	نصف	1/2	12/24	میت کی اولاد، باپ، دادا، حقیقی بھائی نہ ہوں۔
		1 سے زیادہ	ثلثین	2/3	16/24	میت کی اولاد باپ، دادا، حقیقی بھائی نہ ہو۔
10	علاتی بہن	1 ہو	نصف	1/2	12/24	اولاد، باپ، دادا، حقیقی بھائی بہن اور علاتی بھائی نہ ہو۔
		1 سے زیادہ	ثلثین	2/3	16/24	اولاد، باپ، دادا، حقیقی بھائی بہن اور علاتی بھائی نہ ہو۔
		جتنی بھی ہو	سدس	1/6	4/24	(اولاد، باپ، دادا، حقیقی بھائی بہن اور علاتی بھائی نہ ہو۔) 1 حقیقی بہن ہو۔
11	اخیافی بہن بھائی	1 بھائی یا 1 بہن	سدس	1/6	4/24	اولاد، باپ، دادا نہ ہو۔
12		1 سے زیادہ شریک	ثلث	1/3	8/24	اولاد، باپ، دادا نہ ہو۔ (بلا امتیاز مرد و زن برابر شریک)

عصبات

عصبات کی تعریف اور تقسیم پہلے گزر چکی ہے کہ عصبات دو قسم کے ہیں عصبہ نسبی اور عصبہ سببی۔ چونکہ عصبہ سببی اس زمانے میں اکثر نہیں پائے جاتے اس لئے ہم نے یہاں ان کے مسائل بیان کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں عصبہ نسبی کی تفصیل ضروری ہے لہذا ذیل میں ان کی تفصیل دی جا رہی ہے ۔

عصبہ نسبی:

یہ تین قسم کے ہیں:

[۱] عصبہ بنفسہ [۲] عصبہ بغیرہ [۳] عصبہ مع غیرہ

عصبہ مع غیرہ [عصبہ مع الغیر]:

جب میت کی بیٹی موجود ہو اور بیٹا ساتھ نہ ہو تو میت کی حقیقی اور علاتی بہنوں کو عصبہ کر دیتی ہے بشرطیکہ ان کے ساتھ اپنے بھائی بھی نہ ہوں جبکہ بیٹی خود ذوی الفروض ہی رہتی ہے، تو اس صورت میں جو کچھ ذوی الفروض سے باقی بچ جائے وہ ان بہنوں کو ملتا ہے۔

عصبہ مع الغیر سے مراد وہ عصبہ ہے جس کے ذریعے دوسرا وارث یعنی بہن تو عصبہ ہو جاتی ہے لیکن خود وہ بیٹی عصبہ نہیں بلکہ اپنا فرضی حصہ لیتی ہے۔

مثال:

مسئلہ

ماں	بیٹی	بہن
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$	باقی

عصبہ بغیرہ [عصبہ بالغیر]:

یہ وہ عصبہ ہے کہ جس کے ذریعے کوئی دوسرا وارث عصبہ ہوا ہو جبکہ وہ خود بھی عصبات میں سے ہو جیسے میت کی بیٹیوں کے ساتھ بیٹے یا میت کی حقیقی بہنوں کے ساتھ حقیقی بھائی اور علاتی بہنوں کے ساتھ علاتی بھائی آجائے تو یہ عورتیں بھی مردوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔ اسی طرح جب پوتیوں کے ساتھ پوتے آجائیں تو بھی وہ عصبہ بن جاتی ہیں۔

اس صورت میں بیٹیوں اور بہنوں کو عصبہ بالغیر کہتے ہیں اور تقسیم " للذکر مثل حظ الانثیین" کے اصول پر ہوگی۔

مسئلہ

بیٹا	بیٹی
----------تمام مال----------	
2	1

مسئلہ

بھائی	2بہن
----------تمام مال----------	
2	2

☆ باقی وہ عورتیں جن کا اپنا فرضی حصہ نہ ہو یعنی وہ ذوی الفروض میں سے نہ ہوا گرچہ بھائی عصبہ ہو لیکن بھائی کی وجہ سے وہ عصبہ نہیں ہو سکتیں جیسے چچا کے ساتھ اپنی بہن، (پھوپھی) آجائے تو وہ پھر بھی عصبہ نہیں ہوگی بلکہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے۔

مسئلہ

ماں	چچا	پھوپھی
$\frac{1}{6}$	باقی	محروم

☆ان دونوں قسم [عصبہ مع الغیر اور عصبہ بالغیر] عورتوں کے عصبہ ہونے، تقسیم کا طریقہ اور ان کے حالات، ذوی الفروض کے ضمن میں گزر چکی ہیں لہذا یہاں ان کے مسائل کا ذکر مستقل طور پر عصبات میں نہیں کیا جاتا۔

عصبہ بنفسہ:

یہ وہ عصبہ ہیں جو خود مرد ہوں اور میت سے رشتہ رکھنے میں کسی بھی عورت کے علاقے کا محتاج نہ ہو، فی الحقیقت یہی عصبہ بنفسہ، کامل عصبہ ہیں، البتہ ان مردوں کے بیان میں حسب موقع عورتوں کا حال بھی ضمناً آجائے گا۔

عصبہ بنفسہ کے چار درجے ہیں:

(۱) بنوّت:

میت کا جز یعنی میت کی نسل جیسے بیٹا، پوتا، پڑپوتا، سکڑوتا وغیرہ۔

(۲) ابوّت: میت کے اصل جیسے باپ، دادا، پڑدادا وغیرہ۔

(۳) اخوّت: میت کے باپ کا جز یعنی باپ کی نسل جیسے بھائی، بھتیجا، بھتیجے کا بیٹا، بھتیجے کا پوتا۔

(۴) عمومت: دادا کے جز یعنی دادا کی نسل اور پھر ان کی اولاد در اولاد جیسے چچا، چچا کا بیٹا، چچا کا پوتا، چچا کا پڑوتا۔

فائدہ:

اگر درجہ اول کے عصبات میں کوئی ایک بھی موجود ہو تو درجہ دوم کے عصبات کو کچھ حق نہیں پہنچتا و علی ھذا القیاس درجہ دوم کی موجودگی میں درجہ سوم و چہارم اور سوم کے سامنے درجہ چہارم کے عصبات محروم ہیں یعنی پہلے درجے کے عصبات کی موجودگی میں نیچے درجے کو کچھ نہیں ملتا۔ پھر ہر ایک درجے کے وارثوں میں بھی باہم فرق ہے یعنی ایک درجے کے وارثوں میں جو میت کے زیادہ قریب ہو وہ وارث ہے باقی محروم ہیں جیسے بیٹے کی موجودگی میں پوتے، پڑپوتے وغیرہ محروم ہیں۔

عصبہ بنفسہ کے درمیان ترجیح کے تین طریقے

پہلا طریقہ، ترجیح بالجہۃ:

1) بنوّت کو ابوّت، اخوّت اور عمومت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

2) ابوّت کے اخوّت اور عمومت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

3) اخوّت کو عمومت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

مسئلہ

باپ	بیٹا	بھائی	چچا
$\frac{1}{6}$	باقی	محروم	محروم

مسئلہ

باپ	بھائی	چچا
تمام مال	محروم	محروم

مسئلہ

بھائی	چچا
تمام مال	محروم

دوسرا طریقہ، الاقرب فالاقرب:

یعنی اگر عصبہ بنفسہ کی ایک ہی قسم کے متعدد افراد جمع ہو جائیں تو ان میں جو میت کے زیادہ قریب ہو گا وہ عصبہ ہو گا اور دور والے ساقط ہو جائیں گے۔ جیسے:

1) میت کا بیٹا اور پوتا دونوں موجود ہوں تو بیٹا عصبہ ہو گا اور پوتا ساقط ہو گا۔

مسئلہ

بیٹا	پوتا
تمام مال	محروم

2) باب اور دادا میں، باپ عصبہ ہو گا اور دادا ساقط ہو گا۔

مسئلہ

باپ	دادا
تمام مال	محروم

3) بھائی اور بھتیجے میں بھائی عصبہ ہو گا اور چچا کے لڑکے ساقط ہوں گے۔

مسئلہ

بھائی	بھتیجا
کل مال	محروم

4) چچا اور چچا کے لڑکوں میں چچا عصبہ ہو گا اور چچا کے لڑکے ساقط ہوں گے۔

مسئلہ

چچا	چچا کا لڑکا
تمام مال	محروم

تیسرا طریقہ، قوتِ قرابت:

اگر برابر درجہ کے کئی عصبہ بنفسہ جمع ہو جائیں اور ان میں سے کوئی میت سے زیادہ قریب نہ ہو تو رشتے کو دیکھا جائے گا۔

جس کا رشتہ زیادہ قوی ہو گا اس کو ترجیح ہو گی، جیسے: میت کے حقیقی بھائی کو باپ شریک بھائی بہن پر، حقیقی بہن کو جب بیٹی یا پوتی کی وجہ سے عصبہ ہو تو باپ شریک بھائی حقیقی چچا کو باپ

شریک چچا پر، حقیقی بھتیجے کو باپ شریک بھتیجے پر ترجیح دی جاتی ہے، اس لیے کہ حقیقی میں ماں اور باپ دونوں کا رشتہ ہوتا ہے، جبکہ باپ شریک میں صرف باپ کا رشتہ ہوتا ہے۔

مسئلہ

حقیقی بھائی	باپ شریک بھائی، بہن
کل مال	محروم

مسئلہ

بیٹی	بہن	باپ شریک، (علاتی) بھائی بہن
$\frac{1}{2}$	باقی	محروم

مسئلہ

حقیقی چچا	باپ شریک چچا
کل مال	محروم

مسئلہ

حقیقی بھتیجا	باپ شریک، (علاتی) بھتیجا
کل مال	محروم

درجہ اول کے عصبات

بیٹا:

یہ سب سے مقدم اور سب سے بڑا عصبہ ہے۔یہ ہر گز کسی کی وجہ سے محروم نہیں ہو سکتا،اسکی موجودگی میں دوسرے کسی عصبہ کو بالکل کچھ حصہ بھی نہیں مل سکتا،خواہ عصبات درجہ دوم،سوم،چہارم کے ہوں یادرجہ اول کے دیگر عصبات جیسے پوتا،پڑپوتا،سکڑوتا وغیرہ ہو کیونکہ بیٹاان سب سے میت کوزیادہ قریب ہے۔البتہ بیٹے کے ساتھ بیٹیاں عصبہ بالغیر ہو کر حصہ لیتی ہیں۔

[۱] اگر میت کا کوئی بھی ذوی الفروض نہ ہو تو کل مال کا مالک بیٹا ہو گا اور اگر ذوی الفروض موجود ہوں تو ان کو اپنا حصہ دینے کے بعد باقی تمام مال بیٹے کو ملے گا۔

مثال :

مسئلہ	زید
زوجہ	بیٹا
$\frac{1}{8}$	باقی

مسئلہ	زید

بیٹا

کل مال

[۲] اگر میت کے ایک سے زیادہ بیٹے ہوں تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ان تمام پر برابر تقسیم ہو گا۔

مثال:

زید				مسئلہ
بیٹا	بیٹا	بیٹا	والدہ	شوہر
------باقی------			$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{4}$

[۳] اگر میت کے بیٹے اور بیٹیاں دونوں موجود ہوں تو بیٹیاں، بیٹوں کے ساتھ شریک ہو کر عصبہ بالغیر بن جائیں گی اور تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ہو گی۔

مثال:

زید		مسئلہ
بیٹی	بیٹا	بیٹا
1	2	2

پوتا:

بیٹے کی غیر موجودگی میں پوتا عصبہ ہوتا ہے اور اس کے سامنے پڑپوتا، سکڑوتا محروم ہے اور اس کے بھی وہی تین صورتیں ہیں جو بیٹے کے تھے۔

	مسئلہ
پوتا	زوجہ
باقی	$\frac{1}{8}$

			مسئلہ
پوتا	پوتا	پوتا	شوہر
------باقی------			$\frac{1}{4}$

مسئلہ		
پوتا	پوتا	پوتی
2	2	1

فرق: بیٹے کے ساتھ بیٹیاں عصبہ بن جاتی ہیں لیکن پوتے کے ساتھ اگر بیٹیاں آگئیں تو ذوی الفروض ہی رہے گی۔ اگر ایک بیٹی ہو تو نصف اور اگر زیادہ ہوں تو $\frac{2}{3}$ ملے گا، باقی پوتے کو دیا جائیگا۔

مسئلہ	زید
بیٹی	پوتا
$\frac{1}{2}$	باقی

پڑپوتا:

اس کے بھی وہی تین صورتیں ہیں بشرطیکہ میت کا بیٹا اور پوتا موجود نہ ہوں جب کہ اس کے سامنے سکڑوتے، سکڑوتیاں محروم ہیں۔

فرق: اگر میت کے پوتیاں بھی موجود ہو اور پڑوتیاں بھی تو پڑوتے کے ساتھ عصبہ بن کر تمام حصہ پاتی ہیں اور للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہو گی۔

سکڑپوتا:

جب میت کا بیٹا، پوتا، پڑپوتا کوئی موجود نہ ہو تو پھر سکڑپوتا کو میراث ملتا ہے اور وہی پہلے والی صورتیں اس کے لئے بھی ہیں۔ پھر اسی طرح یہی حال سکڑپوتے کے بیٹے اور پوتے یعنی کئی پشتوں تک ہو گا۔ القرض قریب کے سامنے بعید محروم اور قریب کی غیر موجودگی میں بعید کو حصہ ملے گا۔

درجہ دوم کے عصبات:

درجہ اول کے عصبات کی موجودگی میں درجہ دوم کے وارثوں [باپ، داد] کو عصبہ ہونے کی بناپر بالکل کچھ نہیں ملتا، ہاں چونکہ یہ لوگ ذوی الفروض میں بھی داخل ہیں اسلئے درجہ اول کی موجودگی میں ان (باپ، دادا) کو چھٹا حصہ بطور فرضی حصہ ملتا ہے۔

باپ:

[۱] اگر درجہ اول میں سے کوئی وارث، مذکر اولاد موجود نہ ہو اور میت کی بیٹی، پوتی، پڑپوتی، سکڑوتی یعنی مؤنث اولاد بھی موجود نہ ہو تو پھر دیگر ذوی الفروض کو دینے کے بعد باپ کو باقی تمام مال عصبہ ہونے کی وجہ سے ملے گا، اس صورت میں باپ صرف عصبہ ہے، ذوی الفروض نہیں۔

مسئلہ

باپ	ماں
باقی	$\frac{1}{3}$

[۲] اگر درجہ اول کے عصبات (مذکورہ اولاد یعنی بیٹا، پوتا وغیرہ) نہ ہو لیکن مؤنث اولاد یعنی بیٹی، پوتی، پڑپوتی وغیرہ کوئی بھی موجود ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے ملے گا اور دوسرے ذوی الفروض کو حصے دینے کے بعد باقی مال بھی باپ کو ملے گا۔ اس صورت میں باپ ذوی الفروض بھی ہے اور عصبہ بھی یعنی ذوی الفروض+عصبہ۔

مسئلہ

باپ	باپ	بیٹی
باقی	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$

[۳] اگر درجہ اول کے عصبات (بیٹا، پوتا) موجود ہو تو باپ عصبہ نہیں ہوگا [اگر عصبہ بیٹا پوتا موجود ہونے کی وجہ سے باپ کو بنا بر عصبیت کچھ نہیں ملتا] بلکہ درجہ اول کے عصبات [بیٹا، پوتا وغیرہ] حقدار ہونگے اور باپ کو صرف چھٹا حصہ بطور ذوی الفروض ملے گا۔اس صورت میں باپ صرف ذوی الفروض ہے۔

مسئلہ

بیٹا/پوتا	باپ
باقی	$\frac{1}{6}$

[۴] باپ کی موجودگی میں دادا، پڑدادا، سکڑدادا وغیرہ سب محروم ہیں۔

مسئلہ

باپ	دادا
کل مال	محروم

دادا :

جب میت کا باپ نہ ہو تو پھر دادا باپ کا قائم مقام ہے اور وہی باپ کی صورتیں دادا کی ہونگی لیکن دادا کی موجودگی میں پڑدادا، سکڑدادا وغیرہ سب محروم رہیں گے۔

پڑدادا، سکڑدادا:

جب دادا نہ ہو تو پڑدادا' اور اگر پڑدادا نہ ہو تو پھر سکڑدادا باپ کا قائم مقام ہوگا۔اور ان کا بھی وہی صورتیں ہونگی۔

باپ اور دادوں میں فرق:

[۱] اگر میت کے صرف ماں باپ اور احد الزوجین وارث ہوں تو احد الزوجین کو حصہ ملنے کے بعد باقی ترکے کا ثلث ماں کو اور اس کے بعد باقی تمام باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ملے گا۔

مسئلہ

باپ	ماں	شوہر
باقی	ثلث ما بقی	$\frac{1}{2}$

اور اگر میت کا باپ نہ ہو بلکہ دادا موجود ہو یعنی ماں، دادا اور احد الزوجین موجود ہوں تو پھر اس صورت میں ماں کو کل مال کا ثلث دیا جائے گا یعنی دادا کی وجہ سے ماں کا حصہ کم نہ ہو گا۔

مسئلہ

دادا	ماں	شوہر
باقی	ثلث کل مال	$\frac{1}{2}$

[۲] باپ کی موجودگی میں دادای محروم ہے جبکہ دادا پڑدادا کی موجودگی میں محروم نہیں ہے۔

مسئلہ

باپ	دادی
تمام مال	محروم

مسئلہ

دادا	دادی
باقی	$\frac{1}{6}$

درجہ سوم کے عصبات:

اگر درجہ اول اور دوم کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو پھر درجہ سوم کے عصبات وارث ہوتے ہیں۔ پھر ان میں سے جو مقدم اور قریب ہے اُسے میراث ملے گا اور بعید محروم رہے گا البتہ ان کی موجودگی میں درجہ چہارم کے عصبات محروم ہوتے ہیں۔

حقیقی بھائی:

[۱] اگر درجہ اول و دوم کے عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو ذوی الفروض کو اپنے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے بھائی کو ملے گا اور اگر ذوی الفروض بھی نہ ہو تو پھر کل مال بھائی کو ملے گا۔

مسئلہ

ماں	حقیقی بھائی
$\frac{1}{3}$	باقی

[۲] اگر حقیقی بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو یہ ترکہ اُن پر برابر تقسیم ہوگا۔

مسئلہ

حقیقی بھائی	حقیقی بھائی
1	1

[۳] اگر میت کے حقیقی بھائی بہن دونوں موجود ہوں تو پھر ترکہ ان پر للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدے پر تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ

حقیقی بھائی	حقیقی بہن
2	1

[۴] حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی بہن سب محروم رہیں گے۔

مسئلہ

ماں	حقیقی بھائی	علاتی بھائی، بہن
$\frac{1}{6}$	باقی	محروم

علاتی بھائی:

جب حقیقی بھائی موجود نہ ہو تو پھر علاتی بھائی کو ترکہ ملے گا، وہی حقیقی بھائی کی صورتیں اس کے بھی ہوں گی۔

فرق:

[۱] اگر میت کے حقیقی بھائی کوئی نہ ہو لیکن میت کی بیٹی یا پوتی اور حقیقی بہن موجود ہو تو علاتی بھائی بہن محروم ہیں جو ذوی الفروض سے باقی بچے وہ حقیقی بہن کو عصبہ مع الغیر ہونے کیوجہ سے ملے گا۔

مسئلہ

بیٹی	حقیقی بہن	علاتی بہن بھائی
$\frac{1}{2}$	باقی	محروم

[۲] علاتی بھائی موجود ہو تو حقیقی بھتیجا محروم رہے گا کیونکہ بھائی قریب ہے اور بھتیجے کا درجہ بعید ہے۔

فائدہ:

اخیافی بھائی کا یہاں کہیں ذکر نہیں کیونکہ وہ عصبات میں شامل نہیں بلکہ ذوی الفروض میں داخل ہیں اور اس کی اولاد ذوی الارحام ہیں۔

حقیقی بھتیجا:

[۱] جب میت کا حقیقی اور علاتی بھائی نہ ہو اور میت کی بیٹی اور حقیقی بہن بھی اکٹھے موجود نہ ہوں تو پھر حقیقی بھتیجے کو ذوی الفروض سے باقی بچا ہوا مال ملے گا۔

[۲] اگر حقیقی بھتیجے [خواہ ایک بھائی سے یا کئی بھائیوں سے ہوں] ایک سے زیادہ ہوں تو سب ترکہ میں برابر کے شریک ہیں۔

[۳] بھتیجیاں خواہ حقیقی ہوں کہ علاتی یا اخیافی، نہ عصبہ ہیں اور نہ ذوی الفروض بلکہ ذوی الارحام میں سے ہیں۔

[۴] اگر میت کے حقیقی یا علاتی بہنیں موجود ہوں تو بھتیجے کے ساتھ عصبہ نہیں ہونگیں بلکہ ذوی الفروض ہی رہیں گی کیونکہ بہنیں صرف اپنے بھائی یا میت کی بیٹی کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔

مسئلہ

حقیقی بہن	بھتیجا
$\frac{1}{2}$	باقی

[۵] جب تک حقیقی بھتیجا موجود ہو تو علاتی بھتیجے کو کچھ بھی نہیں ملتا۔

مسئلہ

حقیقی بھتیجا	علاتی بھتیجا
کل مال	محروم

علاتی بھتیجا:

جب حقیقی بھتیجا نہ ہو تو علاتی بھتیجا اس کا قائم مقام ہوگا اور وہی [حقیقی بھتیجے کی] صورتیں اس کے ہونگے البتہ جب علاتی بھتیجا موجود ہو پھر حقیقی اور علاتی بھائی کے پوتے محروم رہیں گے۔

حقیقی بھتیجے کا بیٹا اور پوتا:

ان دونوں کے حالات بالکل ایک جیسے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ جب بھتیجے کا بیٹا نہ ہو تو پھر حقیقی بھتیجے کا پوتا اس کا قائم مقام ہو گا لیکن یہ حقیقی بھتیجے کا پوتا، علاتی بھتیجے کے بیٹے کے سامنے محروم ہے کیونکہ یہ زیادہ قریب ہے۔

مسئلہ

حقیقی بھتیجے کا پوتا	علاتی بھتیجے کا بیٹا
محرم	کل مال

[۱] جب میت کا حقیقی اور علاتی بھتیجا کوئی نہ ہو تب حقیقی بھتیجے کا بیٹا عصبہ ہونے کی وجہ سے ذوی الفروض کے بعد تمام مال لے گا۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں [خواہ ایک بھائی کے پوتے ہو یا زیادہ بھائیوں کے] تو سب اس میں برابر کے شریک ہیں۔

[۲] میت کے حقیقی بھائی، حقیقی بھتیجے یا علاتی بھائی، علاتی بھتیجے کی موجودگی میں حقیقی بھتیجے کا بیٹا محروم ہے اور ان حقیقی بھتیجوں کی موجودگی میں علاتی بھتیجے کے بیٹے اور ہر قسم کے بھتیجے کے پوتے محروم ہونگے۔

علاتی بھتیجے کا بیٹا اور پوتا:

ان دونوں کا حال بھی ایک جیسا ہے، فرق یہ ہے کہ پوتے کو اُس وقت حصہ ملے گا جب نہ حقیقی بھتیجے کا پوتا موجود ہو اور نہ علاتی بھتیجے کا بیٹا موجود ہو تو پھر یہ پوتا اس علاتی بھتیجے کے بیٹے کا قائم مقام ہو گا۔

[۱] جب میت کے حقیقی بھائی، بھتیجا اور پوتا اور علاتی بھائی، بھتیجا موجود نہ ہوں تو علاتی بھتیجے کا بیٹا ذوی الفروض سے باقی بچا ہوا مال لے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہو [خواہ ایک باپ کے بیٹے ہو یا مختلف یعنی چچازاد ہوں] تو پھر باقی مال میں تمام برابر کے شریک ہیں۔

[۲] اگر میت کی حقیقی بہن اور بیٹی موجود ہو، علاتی بھتیجے کا بیٹا محروم ہے بلکہ ہر قسم کے بھتیجے ان بیٹی اور بہن کی موجودگی میں محروم ہے کیونکہ بہن، بیٹی کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہے۔ الغرض اگر یہ حقیقی یا علاتی پوتے نہ ہو تو پھر سکڑ پوتوں کو حصہ ملے گا، اس طرح کہ قریب، حصے کا حق دار ہوگا بعید کے مقابلے میں۔

درجہ چہارم کے عصبات:

جب درجہ اول، دوم اور سوم میں کوئی وارث موجود نہ ہو تو پھر اس درجہ چہارم کے ورثاء کو میراث ملے گا اور یہ ایسے بے ضرور عصبات ہیں کہ ان کی وجہ سے کسی ذوی الفروض کا حصہ کم نہیں ہوتا۔ البتہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ان کو دیا جائے گا بشرطیکہ پہلے تین درجوں والے عصبات موجود نہ ہوں۔ پھر ان میں سے اُس وارث کو حصہ ملے گا جو میت کے زیادہ قریب ہو اور اگر دو، چار عصبات برابر مرتبہ کے یعنی میت سے سب کا علاقہ یکساں اور مساوی ہو تو پھر مال ان پر باہم برابر تقسیم کیا جائے گا۔

حقیقی چچا:

[۱] تین درجات کے عصبات کی غیر موجودگی میں ذوی الفروض سے بچا ہوا مال اور بصورت غیر موجودگی ذوی الفروض کل مال چچا کو ملے گا اور اگر دو چار چچا ہوں تو پھر سب اس مال میں باہم کے شریک ہونگے۔

مسئلہ

ماں	2چچا
$\frac{1}{3}$	باقی

فائدہ:

اگر چچا کے ساتھ بہن [پھوپھی] بھی موجود ہو تو وہ عصبہ نہ ہوگی کیونکہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے اور ذوی الارحام کو ذوی الفروض و عصبات کے موجودگی میں کچھ نہیں ملتا۔

مسئلہ

ماں	چچا	پھوپھی
$\frac{1}{3}$	باقی	محروم

اسی طرح میت کے چچا کی زوجہ [چچی] کو بھی میراث نہیں ملتی کیونکہ اُس سے میت کا کوئی نسبی علاقہ نہیں ہے البتہ اگر کسی دوسرے واسطے سے رشتہ وقرابت ہو تو پھر وارث ہو کر حصہ پا سکتی ہے مثلاً ماں بھی ہو اور پھر چچی بھی ہوں یعنی میت کے والد کی وفات کے بعد ماں کا اس کے چچا سے نکاح ہوا ہو۔

علاتی چچا:

اسکا حال بالکل حقیقی چچا کے مانند ہے بشرطیکہ حقیقی چچا موجود نہ ہو۔

حقیقی چچا کا بیٹا:

[۱] جب حقیقی اور علاتی چچا نہ ہو تو پھر ذوی الفروض سے باقی بچا ہوا ترکہ حقیقی چچا کے بیٹے کو ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہو خواہ ایک چچا کے بیٹے ہو یا کئی کے، سب برابر کے شریک ہیں۔

[۲] چچا کی بیٹیاں اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ نہیں ہوتی بلکہ محروم ہیں کیونکہ وہ ذوی الارحام میں سے ہیں۔

مسئلہ

چچا کا بیٹا	چچا کی بیٹی
کل مال	محروم

[۳] حقیقی چچا کے بیٹے کی موجودگی میں علاتی چچا کا بیٹا محروم ہے۔

مسئلہ

حقیقی چچا کا بیٹا	علاتی چچا کا بیٹا
کل مال	محروم

علاتی چچا کا بیٹا:

اس کا حال حقیقی چچا کے بیٹے کی مانند ہے، فرق صرف یہ ہے کہ حقیقی چچا کے بیٹے کے سامنے علاتی کا بیٹا محروم اور علاتی چچا کے بیٹے کی موجودگی میں چچا کے پوتوں کو بھی کچھ نہیں ملتا۔

حقیقی و علاتی چچا کا پوتا:

جب حقیقی اور علاتی چچا کے بیٹے نہ ہوں تو پھر حقیقی چچا کے پوتے اور اس کی غیر موجودگی میں پھر علاتی چچا کے پوتے کو ترکہ اس طرح ملے گا کہ ذوی الفروض سے بچا ہوا مال اسے ملے گا۔ اگر ایک ہو یا زیادہ [خواہ ایک باپ سے یا کئی سے ہو] تو باہم برابر کے شریک ہیں۔

حقیقی و علاتی چچا کا پڑپوتا:

جب حقیقی و علاتی چچا کا پوتا نہ ہو تو پھر ترکہ اول حقیقی چچا کے پڑپوتے کو اور اس کی غیر موجودگی میں دوسرے نمبر پر پھر علاتی چچا کے پڑپوتے کو اس طرح ملے گا کہ اگر اکیلا ہو تو سارا مال لیتا ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو پھر تمام برابر کے باہم شریک ہیں۔ اور پھر یہی حال سکڑ پوتوں حتیٰ کہ دس بیس پشت تک ہے لیکن اقرب فالاقرب کا قانون ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا۔

باپ کا حقیقی و علاتی چچا یعنی دادا کا بھائی:

[۱] جب میت کا اپنا حقیقی و علاتی چچا اور ان کے بیٹے، پوتے (مذکورہ بالا وارث) نہ ہوں تو پھر میت کے باپ کا چچا وارث ہوتا ہے، اس طرح کہ حقیقی چچا مقدم ہے علاتی پر اور جب ان سے کوئی اوپر والا

وارث موجود ہو تو یہ خود محروم ہیں اور جب ان میں سے کوئی موجود ہو گا تو ان سے نیچے والے محروم ہونگے۔

باپ کے حقیقی وعلاتی چچا کے بیٹے:

جب ان سے اوپر والے موجود نہ ہوں تو یہ اس طرح وارث ہونگے کہ حقیقی مقدم ہو گا علاتی پر۔

باپ کے حقیقی وعلاتی چچا کے پوتے:

ان سے بھی اگر اوپر والے موجود نہ ہوں تو یہ عصبہ ہو کر ذوی الفروض سے باقی بچا مال لیتے ہیں، اس طرح کہ حقیقی کے سامنے علاتی محروم اور حقیقی کے غیر موجودگی میں علاتی وارث ہیں۔

اسی طرح دور تک باپ کے چچا کے پڑپوتے اور سکڑ پوتے اور اُن کے بیٹے، پوتوں کا سلسلہ چلتا ہے لیکن ہم نے یہاں اُن کو اختصاراً چھوڑ دیا ہے۔

جدول عصبات (ذوی الفروض سے بقیہ پانے والے ورثاء)

کوڈ	وارث	حالت وکیفیت اورشرائط
		درجہ اول
1)	بیٹا	اگر ساتھ اپنی بہنیں ہوں تو وہ بھی عصبہ کرتا ہے اور تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین۔
2)	پوتا	اگر ساتھ اپنی بہنیں ہوں تو وہ بھی عصبہ کرتا ہے اور تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین۔
3)	پڑپوتا	اگر ساتھ اپنی بہنیں ہوں تو وہ بھی عصبہ کرتااور تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین۔
4)	سکڑپوتا	اگر ساتھ اپنی بہنیں ہوں تو وہ بھی عصبہ کرتا ہے اور تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین۔
		درجہ دوم
5)	باپ	جب میت کی اوپر والی مذکر اولاد نہ ہو اور ساتھ ان کی بہنیں بھی نہ ہو تو باپ محض عصبہ ہے یعنی صرف باقی لیتا ہے۔
6)	دادا	جب میت کی اوپر والی مذکر اولاد نہ ہو اور ساتھ ان کی بہنیں بھی نہ ہو اور باپ بھی نہ ہو تو دادا محض عصبہ ہے یعنی صرف باقی لیتا ہے۔
7)	پڑدادا	جب میت کی اوپر والی مذکر اولاد نہ ہو اور ساتھ ان کی بہنیں بھی نہ ہو اور باپ، دادا بھی نہ ہو تو پڑدادا محض عصبہ ہے۔
8)	سکڑدادا	جب میت کی اوپر والی مذکر اولاد نہ ہو اور ساتھ ان کی بہنیں بھی نہ ہو اور اوپر باب دادا بھی نہ ہو تو سکڑدادا محض عصبہ ہے۔
		درجہ سوم
9)	حقیقی بھائی	اپنی حقیقی بہنوں کو بھی عصبہ کرتا ہے اگر موجود ہوں۔
10)	حقیقی بہن	جب حقیقی بھائی نہ ہو اور اس کے ساتھ بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی آجائے تو وہ عصبہ مع الغیر بن جاتی ہے یعنی ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی لیتی ہے۔
11)	علاتی بھائی	اپنی علاتی بہنوں کو بھی عصبہ کرتا ہے اگر موجود ہوں۔
12)	علاتی بہن	جب علاتی بھائی نہ ہو اور اس کے ساتھ بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی آجائے تو عصبہ مع الغیر ہو گی بشرطیکہ حقیقی بھائی، بہن بھی نہ ہو۔
13)	حقیقی بھائی کا بیٹا	اپنی بہنیں (بھتیجیاں) عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ ذوی الارحام ہیں۔
14)	علاتی بھائی کا بیٹا	اپنی بہنیں (بھتیجیاں) عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ ذوی الارحام ہیں۔

		درجہ چہارم
15)	حقیقی چچا	اپنی بہنوں (پھوپھی) کو عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ ذوی الارحام ہیں۔
16)	علاتی چچا	اپنی بہنوں (پھوپھی) کو عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ ذوی الارحام ہیں۔
17)	حقیقی چچا کا بیٹا	اپنے ساتھ بہنوں کو عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ ذوی الارحام ہیں۔
18)	علاتی چچا کا بیٹا	اپنے ساتھ بہنوں کو عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ ذوی الارحام ہیں۔
19)	باپ کا حقیقی چچا	اپنی بہنیں عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ ذوی الارحام ہیں۔
20)	باپ کا علاتی چچا	اپنی بہنیں عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ ذوی الارحام ہیں۔
21)	باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا	اپنی بہنیں عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ ذوی الارحام ہیں۔
22)	باپ کے علاتی چچا کا بیٹا	اپنی بہنیں عصبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ ذوی الارحام ہیں۔

نوٹ: ان عصبات میں اوپر کو ڈوالا مستحق عصبہ ہو گا اور نیچے کو ڈوالا محروم رہے گا۔

1، 2، 3، 4 اور 9، 11 کو ڈوالے اپنی بہنوں کو بھی ساتھ عصبہ کرتے ہیں باقی نہیں۔

ذوی الارحام

جب کسی شخص کے ذوی الفروض نہ ہو اور عصبہ میں سے بھی کسی پشت میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو پھر ذوی الارحام کا نمبر آتا ہے اور وہ وارث ہوتے ہیں، لیکن یہ موقع بہت شاذ و نادر آتا ہے کہ ذوی الارحام واث بن جائے کیونکہ میت کا کوئی نہ کوئی عصبہ ضرور موجود ہوتا ہے، چاہے کسی بھی پشت میں کیوں نہ ہو۔ اس لئے ذوی الارحام کا موقع بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ بناء برین ہم ذوی الارحام کی تفصیلی حالات بیان کرنے کی بجائے مختصر حال بیان کرکے چھوڑ دیتے ہیں۔

الغرض آپ کو یہ بات پہلے سے معلوم ہے کہ پہلے ذوی الفروض کو حصہ ملے گا پھر ان سے بچا ہوا سارا مال عصبات لیں گے تو ذوی الارحام کو باقی کچھ نہیں رہتا اور اگر عصبات نہ ہو تو باقی مال دوبارہ ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے حساب سے ان پر رد کیا جائے گا، تو اس صورت میں بھی ذوی الارحام محروم ہیں۔

ہاں اگر کسی شخص کے نہ ذوی الفروض موجود ہو اور نہ کسی بھی پشت میں عصبات موجود ہوں تو ذوی الارحام کو میراث ملے گا۔ لیکن بارہ ذوی الفروض میں دو افراد [زوجہ اور شوہر] ایسے ذوی الفروض ہیں کہ ان کی موجودگی میں ذوی الارحام حصہ پا سکتے ہیں یعنی اگر میت کا صرف زوجہ باقی رہے اور اسکے سوا کوئی ذوی الفروض و عصبات موجود نہ ہوں تو زوجہ چوتھا حصہ لے کر باقی ذوی الارحام کو ملے گا۔ اسی طرح اگر صرف شوہر وارث ہے تو نصف لے کر باقی ذوی الارحام پر تقسیم ہو گا جبکہ عصبات سب ایسے ہیں کہ ان کے سامنے ذوی الارحام حصہ و میراث نہیں پا سکتے۔

ذوی الارحام کے درجات:

ذوی الارحام کے چار درجے ہیں۔

درجہ اول کے ذوی الارحام:

میت کی فروع یعنی خود میت کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات میں داخل نہیں جیسے نواسہ، نواسی، بیٹے کے نواسے، پوتی کی اولاد، نواسہ، نواسی کی اولاد، پوتے کے نواسہ، نواسی وغیرہ۔

درجہ دوم کے ذوی الارحام:

میت کی اصل یعنی میت کے وہ اصول جو ذوی الفروض وعصبات میں سے نہ ہوں جیسے میت کا نانا، نانی فاسدہ، دادا فاسد، دادی فاسدہ اور آگے باپ، ماں کے وہ اصول جو فاسد ہیں۔

درجہ سوم کے ذوی الارحام:

میت کے ماں، باپ کے فروع یعنی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات میں داخل نہ ہوں جیسے بھانجا، بھانجی، بھتیجی، اخیافی بھائی کی اولاد، بھانجا بھانجی، بھتیجا، بھتیجی کی اولاد جو عصبہ نہ ہوں۔

درجہ چہارم کے ذوی الارحام:

میت کے جد اور جدہ کی فروع یعنی دادا اور دادی اور نانی کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات میں شامل نہیں جیسے پھوپھی، خالہ، ماموں، اخیافی چچا اور ان کی اولاد وغیرہ۔

قواعد:

[۱] عصبات کی طرح ذوی الارحام کے چار درجات میں بھی اوپر والے درجے کے ذوی الارحام کی موجودگی میں نیچے درجے کے ذوی الارحام کو کچھ نہیں ملتا۔

یعنی ذوی الارحام کا تقسیمِ میراث قیاس ہے، عصبات کے تقسیمِ میراث پر یعنی عصبات کی ترجیح کی ترتیب یہاں پر بھی ملحوظ ہے کہ پہلی قسم مقدم ہے پھر دوسری قسم پھر تیسری قسم اور سب کے آخر میں چوتھی قسم ہے اور اس ترتیب پر فتویٰ ہے۔

مسئلہ

نواسا	نانا
کل مال	محروم

مسئلہ

نانا کا باپ	حقیقی بھانجا
کل مال	محروم

مسئلہ

حقیقی بھانجا	حقیقی پھوپھی
کل مال	محروم

[۲] عصبات کی طرح ذوی الارحام میں بھی یہ قاعدہ ہے ایک درجہ کے وارثوں میں جو زیادہ قریب ہو وہ وارث ہے اور قریب کی موجودگی میں بعید محروم ہے۔

مسئلہ

نواسی	بیٹے کی نواسی
کل مال	محروم

[۳] اگر ذوی الارحام ایسے شخص کی اولاد ہو کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس وقت ضرور، وارث ہوتا تو ایسے ذوی الارحام اُس شخص کی اولاد پر مقدم رہیں گے جو اگر خود بھی زندہ ہوتا، تو اس کو میراث نہ ملتی۔

مسئلہ

پوتی کا بیٹا	نواسے کا بیٹا
کل مال	محروم

[۴] اور اگر ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں، سب یا وارث کی اولاد ہوں یا سب غیر وارث کی اولاد ہوں تو پھر تقسیم لذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ہو گی۔

مسئلہ

نواسا	نواسی
2	1

مسئلہ

نواسے کا بیٹا	نواسی کی بیٹی
2	1

یہاں ذوی الارحام کا مختصر بیان کیا گیا تفصیلی بحث بڑے کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

جدول ذوی الارحام

کوڈ	نام وارث	کوڈ	نام وارث
درجہ اول		21	نواسی کا نواسا
1	نواسا	22	نواسی کی نواسی
2	نواسی	**درجہ دوم**	
3	پوتی کی بیٹی	23	نانا
4	پوتی کا بیٹا	24	دادی کا باپ
5	نواسے کا بیٹا	25	نانا کا باپ
6	نواسے کی بیٹی	26	نانا کی ماں
7	نواسی کا بیٹا	27	نانی کا باپ
8	نواسی کی بیٹی	28	دادا کا نانا
9	پڑوتی کا بیٹا	29	نانا کا دادا
10	پڑوتی کی بیٹی	30	نانا کی دادی
11	پوتی کا پوتا	31	دادی کا نانا
12	پوتی کی پوتی	32	نانا کا دادا
13	پوتی کا نواسا	33	نانا کی دادی
14	پوتی کی نواسی	34	دادا کا نانا
15	نواسے کا پوتا	35	نانا کی نانی
16	نواسی کی پوتی	36	نانی کا دادا
17	نواسے کا نواسا	37	نانی کی دادای
18	نواسے کی نواسی	38	نانی کا نانا
19	نواسی کا پوتا	**درجہ سوم**	
20	نواسی کی پوتی	39	حقیقی بھتیجی

40	حقیقی بھانجا	63	اخیافی بھائی کا پوتا
41	حقیقی بھانجی	64	اخیافی بھائی کا پوتی
42	علاتی بھتیجی	65	اخیافی بھائی کا نواسا
43	علاتی بھانجی	66	اخیافی بھائی کی نواسی
44	اخیافی بھتیجا	67	اخیافی بہن کا پوتا
45	اخیافی بھتیجا	68	اخیافی بہن کا پوتی
46	اخیافی بھتیجی	69	اخیافی بہن کا نواسا
47	اخیافی بھانجا	70	اخیافی بہن کی نواسی
48	اخیافی بھانجی	**درجہ چہارم**	
49	حقیقی بھائی کی پوتی	71	حقیقی پھوپھی
50	علاتی بھائی کی پوتی	72	علاتی پھوپھی
51	حقیقی بھائی کا نواسا	73	اخیافی چچا
52	حقیقی بھائی کی نواسی	74	اخیافی پھوپھی
53	حقیقی بہن کا پوتا	75	حقیقی ماموں
54	حقیقی بہن کا پوتی	76	حقیقی خالہ
55	حقیقی بہن کا نواسا	77	علاتی ماموں
56	حقیقی بہن کی نواسی	78	علاتی خالہ
57	علاتی بھائی کی نواسا	79	اخیافی ماموں
58	علاتی بھائی کی نواسی	80	اخیافی خالہ
59	علاتی بہن کا پوتا	81	حقیقی چچازاد بہن
60	علاتی بہن کی پوتی	82	حقیقی پھوپھی زاد بھائی
61	علاتی بہن کا نواسا	83	حقیقی پھوپھی زاد بہن
62	علاتی بہن کی نواسی	84	علاتی چچازاد بہن

85	علاتی پھوپھی زاد بھائی	94	حقیقی خالہ زاد بہن
86	علاتی پھوپھی زاد بہن	95	علاتی ماموں زاد بھائی
87	اخیافی چچازاد بھائی	96	علاتی ماموں زاد بہن
88	اخیافی چچازاد بہن	97	علاتی خالہ زاد بھائی
89	اخیافی پھوپھی زاد بھائی	98	علاتی خالہ زاد بہن
90	اخیافی پھوپھی زاد بہن	99	اخیافی ماموں زاد بھائی
91	حقیقی ماموں زاد بھائی	100	اخیافی ماموں زاد بہن
92	حقیقی ماموں زاد بہن	101	اخیافی خالہ زاد بھائی
93	حقیقی خالہ زاد بھائی	102	اخیافی خالہ زاد بہن

مسائل لکھنے، حصے نکالنے اور سہام لگانے کا طریقہ

مسائل لکھنے کا طریقہ:

سب سے پہلے میت کا لفظ بہت لمبا کھینچ کر لکھنا ہوگا اور اُس کے بائیں طرف پر میت کا نام اور پھر نیچے تمام موجودہ وارثوں کو لکھا جائے گا۔ اگر مسئلہ میں شوہر یا بیوی ہو تو اس کو پہلے لکھا جائے، اس کے بعد ذوی الفروض کو اور آخر میں عصبات کو لکھا جائے۔ پھر ذوی الفروض کے حالت کو دیکھ کر ہر ایک کا مقررہ حصہ (مثلاً نصف، ربع، ثمن) اُس کے نیچے درج کرنا ہوگا۔ عصبہ کے نیچے "ع یا باقی" اور محجوب و محروم کے نیچے "م" لکھا جائے۔

نیز ورثاء کو لکھتے وقت ہر وارث کی نسبت میت کی طرف خیال کیا جائے مثلاً بیوی سے مراد میت کی بیوی، بیٹے سے مراد میت کا بیٹا اور بیٹی سے مراد میت کی بیٹی ہوگی۔ وقس علیٰ ھذا۔ ورثاء کے آپس میں رشتے کو نہ دیکھیں ورنہ غلطی واقع ہو جائے گی۔ پھر دائیں طرف وہ عدد لکھنا ہوگا جس میں سے یہ سب حصے نکل آئیں مثلاً:

مسئلہ: 4 — زید

بیٹا	بیٹی	بیٹی
2	1	1

حصے نکالنے اور سہام لگانے کا طریقہ:

عام طور سے میراث کا مسئلہ پانچ حال سے خالی نہیں ہوگا۔

1) ترکہ صرف ذوی الفروض میں تقسیم کرنا ہو۔

2) ترکہ صرف عصبات میں تقسیم کرنا ہو۔

3) ترکہ ذوی الفروض اور عصبات دونوں میں تقسیم کرنا ہو۔

4) ترکہ ذوی الفروض سببی اور ذوی الارحام دونوں میں تقسیم کرنا ہو۔

5) ترکہ صرف ذوی الارحام میں تقسیم کرنا ہو۔

لہٰذا ذوی الفروض کے اپنے حصے معلوم ہیں، اُن کو دینے کے بعد باقی بچا ہوا عصبات اور اگر ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو پھر ذوی الارحام کو دیا جائے گا، عصبات اور ذوی الارحام کے کوئی مقررہ حصے نہیں بلکہ باقی لیتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ا:

پس اگر کسی شخص کا ان تینوں قسموں میں صرف ایک ہی وارث ہو تو [تجہیز و تکفین، ادائے دین و اجزائے وصیت کے بعد] جو کچھ مال باقی رہا وہ اس وارث کو ملے گا اور مسئلہ (1) ہی سے بنے گا۔ مثلاً

مسئلہ: 1 — زید

والدہ
1

مسئلہ: 1 — بکر

بیٹا
1

مسئلہ: 1 — عمرو

بھانجا
1

قاعدہ نمبر ۲:

اور اگر وارث ایک نہیں بلکہ چند ہیں لیکن سب ایک نام کے ہیں [مثلاً صرف چار بہنیں یا صرف پانچ پوتے یا تین ماموں ہیں] پس جس قدر تعداد رؤس ہوں، اس قدر سہام کر کے ایک ایک سہام سب کو دے دو، خواہ سب ذوی الفروض ہوں یا سب عصبہ ہوں یا سب ذوی الارحام ہوں۔

مثال ذوی الفروض:

مسئلہ: ۳ — زید

زوجہ	زوجہ	زوجہ
1	1	1

مسئلہ: ۴ — زید

بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
1	1	1	1

مثال عصبات:

مسئلہ: ۵ — زید

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
1	1	1	1	1

مثال ذوی الارحام:

مسئلہ:٦ زید

نواسا	نواسا	نواسا	نواسا	نواسا	نواسا
1	1	1	1	1	1

قاعدہ نمبر۳:

عصبات یا ذوی الارحام میں جس جگہ مرد، عورت شریک ہو کر وارث ہوتے ہیں [مثلاً بیٹا، بیٹی کے ساتھ، بھائی، بہن کے ساتھ، بھانجا، بھانجی اور نواسا، نواسی کے ساتھ] تو وہاں مرد و عورت ایک ہی نام کے وارث مانے اور سمجھے جائیں گے۔ البتہ مرد کو دہرا اور عورت کا آدھا حصہ خیال کر کے جس قدر سہاموں کی ضرورت ہوتی ہے بنا لیتے ہیں جیسے ایک مرد برابر ہے دو عورتوں کا۔ مثلاً:

مسئلہ:4 زید

بیٹا	بیٹی	بیٹی
2	1	1

مسئلہ:6 زید

نواسا	نواسا	نواسی	نواسی
2	2	1	1

مسئلہ:5 زید

بھانجا	بھانجا	بھانجی
2	2	1

قاعدہ نمبر ۴:

اور اگر رشتہ دار مختلف ہوں یعنی ایک نام کے نہیں بلکہ ذوی الفروض اور عصبات دونوں شریک ہیں۔

تو دیکھنا ہوگا کہ ذوی الفروض صرف ایک آدمی ہے یا چند، اگر ایک ہی ہے تو اس ذوی الفروض کا جو حصہ ہے اُس کے موافق سہام مقرر کرکے مسئلہ اُس سے بنادو، ایک اس ذوی الفروض کو دے کر باقی عصبات کو دو۔اور ذوی الفروض سے بچا ہوا عصبات پر برابر تقسیم ہوگا، اگر سب مرد ہوں۔ مثلاً:

مسئلہ: 8 — زید

زوجہ	ساتھ بیٹے
$\frac{1}{8}$	باقی
1	7

اور اگر ساتھ عورت بھی ہے تو پھر مرد کو عورت کا دہرا یعنی للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق دیا جائے گا۔ مثلاً

مسئلہ: 6 — زید

اخیافی بھائی	پوتا	پوتی	پوتی	پوتی
$\frac{1}{6}$	------------	------ باقی	------	------
1	2	1	1	1

قاعدہ نمبر ۵:

اور اگر کئی آدمی یا تمام وارث ذوی الفروض ہیں اور عصبہ کوئی بھی نہیں تو خط کھینچ کر اُس کے نیچے سب وارثوں کو مع اپنے حصوں کے لکھ دو پھر دیکھو کہ سب کو حصے ملنے کے بعد کچھ باقی رہا

ہے یا نہیں۔ اگر کچھ باقی رہا ہے اور عصبہ بھی موجود ہیں تو وہ باقی حصہ ان عصبہ کو دے دو، ورنہ عصبہ کے نیچے محروم لکھ دو۔ پھر غور سے دیکھ لو کہ کہیں غلط حصہ تو لگا یا نہیں یا کوئی ان ورثاء میں سے محجوب تو نہیں۔ اور اگر عصبہ زیادہ ہیں تو یہ دیکھنا ہوگا کہ ان میں سے کون مقدم (قریب) اور کون بعید ہے، مقدم عصبہ کو بچا ہوا ترکہ دے دو اور بعید عصبہ کے نیچے محروم لکھ دو۔

مسئلہ — زینب

شوہر	والدہ	دو اخیافی بھائی
نصف	چھٹا	ثلث

مسئلہ — زید

زوجہ	بیٹی	نانی	بھائی
ثمن	نصف	سدس	باقی

مسئلہ — زینب

شوہر	والدہ	اخیافی بہن	چچا
نصف	ثلث	سدس	محروم

مسئلہ — زید

بیوی	والدہ	بھائی	چچا
ربع	ثلث	باقی	محرم

❖ ان مثالوں میں تو ہم نے حصے لگا دیں لیکن یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ ان صورتوں میں کل ترکہ کو کتنے سہام بنا کر وارثوں پر تقسیم کریں یعنی مسئلہ کتنے سے بنے گا کہ اُس کے مطابق ان افراد کو اپنے اپنے حصوں کے حساب سے دے دیں۔

مسئلہ بنانے کا طریقہ

قرآن پاک میں بارہ(12)ذوی الفروض کے چھ سہام (حصے) متعین ہیں، نصف، ربع اور ثمن کو نوع اول یا پہلا گروپ جبکہ ثلثان، ثلث اور سدس کو نوع ثانی یا دوسرا گروپ کہتے ہیں۔ پھر یہ حصے اور سہام اکائیوں کی شکل میں بالترتیب $\frac{1}{2}$، $\frac{1}{4}$، $\frac{1}{8}$، $\frac{1}{3}$، $\frac{2}{3}$، $\frac{1}{6}$ ہیں چونکہ ان چھ سہام مقدرہ کے مخارج کا مجموعہ ذواضعاف اقل 24 بنتا ہے لہٰذا یہ سہام 24 سے ضرب دینے سے 24 کے حساب سے یہ مذکورہ حصے بالترتیب 12،6،3،16،8،4 ہیں۔ الغرض ہر نوع میں تین تین حصے ہیں اور پھر ہر نوع کے تینوں حصص کی آپس میں ایک خاص نسبت ہے **تنصیفاً وتضعیفاً** اگر یعنی ان کو اوپر سے نیچے کی طرف پڑھیں تو یہ آدھے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ نیچے سے اوپر کی طرف پڑھیں تو یہ دگنے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل نقشہ پر غور کریں:

	قرآنی حصہ	کسر ہندسوں میں	24 کے حساب سے	فیصدی کے حساب سے
نوع اول	نصف	$\frac{1}{2}$	12	50%
	ربع	$\frac{1}{4}$	6	25%
	ثمن	$\frac{1}{8}$	3	12.50%
نوع ثانی	ثلثان	$\frac{2}{3}$	16	66.66%
	ثلث	$\frac{1}{3}$	8	33.33%
	سدس	$\frac{1}{6}$	4	16.66%

طریقہ نمبر:1

اگر مسئلے میں ان حصص ستہ میں سے کوئی حصہ منفرد طور پر آئے یعنی صرف نصف یا ربع یا ثمن یا ثلثان یا ثلث یا سدس آجائے تو مسئلہ بالترتیب ان کے مخارج 2،4،8،3،3،6 سے ہوگا جس کی مثال اوپر قاعدہ نمبر 4 کے تحت گزر چکی ہے۔

طریقہ نمبر:2

اور اگر مسئلے میں سہام ایک ہی نوع سے تعلق رکھتے ہوں تو مسئلہ ان میں سے اقل کے مخرج سے بنے گا۔ لہٰذا نصف و ربع کے آنے کی صورت میں مسئلہ ربع کے مخرج یعنی 4 سے اور نصف و ثمن یا ربع و ثمن جمع ہوں تو مسئلہ اقل کے مخرج یعنی 8 سے بنے گا۔ اسی طرح اگر ثلث و ثلثان میں سے کوئی سدس کے ساتھ آجائے تو مسئلہ سدس کے مخرج یعنی 6 سے بنے گا۔

طریقہ نمبر:3

اور اگر نوع اول دوسرے نوع کے ساتھ اکھٹا آجائے تو پھر اگر نوع اول کا نصف دوسرے نوع میں سے کسی کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ 6 سے بنے گا۔ اگر ربع، دوسرے نوع میں سے کسی کے ساتھ مل کر آجائے تو مسئلہ 12 سے بنے گا اور اگر ثمن دوسرے نوع میں سے کسی کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ 24 سے بنے گا۔ الغرض مختلف سہام آنے پر مسئلہ میں موجود سہام کے مخارج کا ذواضعاف اقل نکال کر حاصل ضرب یعنی مجموعہ ذواضعاف اقل ہی سے صورت مذکورہ میں مسئلہ بنایا جائے گا۔

مسئلہ بنانے کا یہ طریقہ و طرز قدیم طریقہ ہے جو سراجی والے نے اپنایا ہے۔

مثال:

مسئلہ: 6 — زید

دادا	بیٹا
$\frac{1}{6}$	باقی
1	5

مسئلہ: 8 — زید

بیوی	بیٹی	3 بیٹے
$\frac{1}{8}$	----باقی----	
1	7	

مسئلہ: 4 زینب

شوہر	بیٹی	پوتا
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{2}$	باقی
1	2	1

2	4 - 2
2	2 - 1
	1 - 1

(L.C.M)

ذواضعاف اقل 4= 2 x2

یہاں 4 میں سے نصف، 2 ہے لہذا وہ بیٹی کو دیا اور 4 میں سے ربع، ایک ہے وہ شوہر کو اور 4 میں سے جو ایک باقی رہ گیا وہ پوتے کو دیا گیا۔

مسئلہ: 8 زید

بیوی	بیٹی	چچا
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{2}$	باقی
1	4	3

2	2 - 8
2	2 - 4
2	1 - 2
	1 - 1

ذواضعاف اقل 8= 2 x2x2

(L.C.M)

مسئلہ: 6 زید

ماں	اخیافی بھائی	چچا
$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$	باقی
2	1	3

2	6 - 3
3	3 - 3
	1 - 1

ذواضعاف اقل 6= 3x2

(L.C.M)

مسئلہ: 6 زید

بیٹی	پوتی	پڑپوتا
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	باقی
3	2	1

2	6 - 2
3	3 - 1
	1 - 1

ذواضعاف اقل 6= 3x2

(L.C.M)

مسئلہ: 6 زید

حقیقی بہن	ماں	چچا کا بیٹا
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{3}$	باقی
3	2	1

2	2 - 3
3	1 - 3
	1 - 1

ذواضعاف اقل 6= 3x2
(L.C.M)

مسئلہ: 12 زید

بیوی	ماں	ایک بھائی
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{3}$	باقی
3	4	5

2	4 - 3
2	2 - 3
3	1 - 3
	1 - 1

ذواضعاف اقل 12= 3 x 2 x 2
(L.C.M)

مسئلہ: 24 زید

بیوی	دادی	بیٹی	حقیقی بھائی
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$	باقی
3	4	12	5

2	2 - 6 - 8
2	1 - 3 - 4
2	1 - 3 - 2
3	1 - 3 - 1
	1 - 1 - 1

(L.C.M)
ذواضعاف اقل 24= 3 x 2 x 2 x 2

ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ:

ہر وارث کا حصہ معلوم ہونے کے بعد ہر وارث کے حصہ (کسر) کو کل ترکہ میں ضرب دیں، جو حاصل ہو، اسے مسئلہ پر تقسیم کریں، تقسیم کے بعد جو حاصلِ جواب ہو وہ اس وارث کا حصہ ہو گا۔

مثال:

مسئلہ: 12	زید	ترکہ: 1200
بیوی	ماں	چچا
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{3}$	باقی
3	4	5
300	400	500

فارمولا ←	حصہ	x	ترکہ	=	حاصل			
÷	مسئلہ	=	وارث کا حصہ					
بیوی	3	x	1200	=300÷	12	=	300	
ماں	4	x	1200	= 4600 ÷	12	=	400	

ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ:

ورثاء کی جماعت میں سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس جماعت کے حصے کو ان کی تعداد (عدد رؤس) پر تقسیم کر دیں، تو حاصل، ہر فرد کا حصہ ہو گا۔

مثال:

3 اعمام	3 جدات	5 بنات	2 زوجات	مسئلہ: 24 ترکہ 5040
باقی $\left(\frac{1}{24}\right)$	$\frac{4}{24}$	$\frac{16}{24}$	$\frac{3}{24}$	
210	840	3360	630	
70	280	672	315	فی کس

فارمولا ⬅	جماعت کا کل حصہ	÷	تعداد جماعت	=	ہر فرد کا حصہ
2 زوجات	630	÷	2	=	315
5 بنات	3360	÷	5	=	672
3 جدات	840	÷	3	=	280
3 اعمام	210	÷	3	=	70

جدید طرز طریقہ:

یہ دوسرا جدید طرز کا بہت آسان طریقہ ہے جس میں ہر صورت کے لئے الگ الگ مسئلہ نہیں بنانا پڑتا بلکہ ہر مسئلہ 24 سے بنایا جائے گا کیونکہ سہام ستہ مقدرہ کے مخارج کا مجموعہ ذو اضعاف اقل 24 ہے لہٰذا ہر مسئلہ 24 سے بنایا جائے کیونکہ 24 سے تمام حصصِ ستہ بلا کسر نکل سکتے ہیں اور 24 سے چھوٹا ایسا کوئی عدد نہیں جس سے یہ سارے حصے کسر کے بغیر نکل سکیں۔ لہٰذا اس طریقے میں ہر وارث کو اپنا قرآنی حصہ، 24 کے حساب سے نیچے لگایا جائے گا اور 24 کے حساب سے ہر ایک کو حصہ دیا جائے گا۔

اس طریقہ اور طرز کو اپنانے میں انسان قدیم طرز کے بہت سے مشکلات سے بچ سکتا ہے۔

مثال: ورثاء: بیوی، ماں، 2 بیٹیاں اور 3 بیٹے۔ ترکہ: 72000

مسئلہ: 24 زید

بیوی	ماں	2 بیٹیاں	3 بیٹے
$\frac{3}{24}$	$\frac{4}{24}$	----باقی $(\frac{17}{24})$	-----

بیوی کا حصہ: $72000 \times \frac{3}{24} = 9000$ روپے

ماں کا حصہ: $72000 \times \frac{4}{24} = 12000$ روپے

چونکہ مسئلہ میں اور ذوی الفروض نہیں لہٰذا اب باقی عصبات کو دیا جائے تو اس لئے۔۔۔

ذوی الفروض کے حصص کا مجموعہ: $9000 + 12000 = 21000$ روپے

باقی رقم: $72000 - 21000 = 51000$ روپے

اب عصبات چونکہ بیٹے اور بیٹیاں ہیں تو باقی مال ان پر للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا۔ چونکہ ایک بیٹی کا حصہ 1 اور ایک بیٹے کا حصہ اس کا دگنا 2 ہے، لہٰذا

2 بیٹیوں کا حصہ 2 اور 3 بیٹوں کا حصہ 6 بنتا ہے جن کا مجموعہ 8 ہوا۔ اب عصبات کے لیے 8 کو مخرج بنا کر اس حساب سے ان کو اپنا اپنا حصہ دیا جائے گا۔

ایک بیٹی کا حصہ: $51000 \times \frac{1}{8} =$ 6375 روپے

ایک بیٹے کا حصہ: $51000 \times \frac{2}{8} =$ 12750 روپے

یا 51000 کو 8 پر تقسیم کرنے سے جو جواب آئے گا وہ بیٹی کا حصہ ہوگا اور اسی کا دگنا بیٹے کا حصہ ہوگا۔

فیصدی طریقہ:

اس کو فیصد کا طریقہ کہتے ہیں۔ اس کے لئے کوئی مستقل عمل نہیں کرنا پڑتا بلکہ پہلے دو طریقوں میں سے کسی ایک سے مسئلہ بنانے کے بعد 100 روپے ترکہ فرض کر کے تقسیم کر دیا جائے۔ ہر وارث کو جو حصہ ملے گا وہ اسی کا فیصدی حصہ ہوگا۔

آج کل چونکہ فیصدی نظام اکثر شعبہ ہائے زندگی میں رائج ہے، اس لئے اس طریقے سے بتائے گئے حصص عوام بآسانی سمجھ جاتے ہیں خصوصاً جب سوال میں میت کا ترکہ معلوم نہ ہو۔ لہٰذا ہر وارث کے حصے (کسر) کو 100 میں ضرب دیں جو حاصل ضرب ہوگا اسے مسئلہ پر تقسیم کریں، جو جواب آئے وہ وارث کا فیصدی حصہ ہوگا۔

مثال:

مسئلہ: 24	زید		100%
بیوی	ماں	2 بیٹیاں	3 بیٹے
$\frac{3}{24}$	$\frac{4}{24}$	۔۔۔۔۔۔۔باقی۔۔۔۔۔۔۔	

بیوی کا حصہ: $100 \times \frac{3}{24} =$ 12.50 % روپے

ماں کا حصہ: $100 \times \frac{4}{24} =$ 16.66 % روپے

بیٹے بیٹوں کا حصہ: $100 \times \frac{17}{24} =$ 70. 83

مسئلہ: 24	زید		100%
بیوی	بیٹی	ماں	حقیقی بھائی
$\frac{3}{24}$	$\frac{12}{24}$	$\frac{4}{24}$	باقی
12.50%	50%	16.66%	20.83%

فارمولا ←	حصہ x	100	=		
حاصل ÷	مسئلہ	= فیصدی حصہ			
بیوی	x 3	100	= 300 ÷	24 =	12.50%
بیٹی	x 12	100	= 1200 ÷	24 =	50 %
ماں	x 4	100	= 400 ÷	24 =	16.66 %
حقیقی بھائی	x 5	100	= 500 ÷	24 =	20.83 %

☆...☆...☆

عول اور رد

میراث میں مسئلہ بنانے کے تین صورتیں ہوتی ہیں۔ یا تو مسئلہ اور سہام برابر ہوتے ہیں، اس کو صورتِ عادلہ اور عدل کہتے ہیں ابھی تک بیان شدہ صورتیں تمام عادلہ اور عدل کی تھیں، یا مسئلہ کم ہوتا اور سہام زیادہ، اس کو صورتِ عائلہ اور عول کہتے ہیں اور یا مسئلہ زیادہ ہوتا ہے اور سہام کم، اس کو صورتِ ناقصہ اور رد کہتے ہیں۔

عول

بعض دفعہ موجودہ وارث اس قدر حصوں کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ کل مال میں اُن کے حصوں کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اگر بعض وارثوں کا حصہ پورا دے دیں تو دوسروں کے حصے میں خلل آجائے یا بالکل محروم رہ جائیں اور دوسری مشکل یہ ہوتی ہے کہ سہام کے ذواضعاف اقل سے کوئی عدد ایسا نہیں نکلتا جس میں سے یہ سب حصے پوری طرح نکل آئیں اور سہام بھی توڑنا نہ پڑے مثلاً میت کا شوہر، دو حقیقی بہن اور دو اخیافی بہن رہ گئی ہوں، تو اس صورت میں مسئلہ تو چھ سے بنتا ہے کیونکہ نصف، ثلثان اور ثلث کا مشترکہ ذواضعاف اقل چھ ہے۔ لیکن حصے اس قدر زیادہ ہیں کہ ان تمام کے لئے کافی نہیں ہیں۔ جب ہم نصف شوہر کو اور ثلث دو اخیافی بہنوں کو دے دیں تو پھر سدس رہ جاتا ہے حالانکہ حقیقی بہنوں کے لئے ثلثان ہے، جو پورے نہیں ہو سکتے علی ھذا القیاس۔

تو اس دشواری کے لئے ہم حضرت عمرؓ کا قاعدہ عول کو حل کرنے کے لئے لیتے ہیں۔ وہ یہ کہ جہاں یہ مشکل پیش آجائے تو وہاں مال کے کافی نہ ہونے کا لحاظ نہیں کرتے اور سب وارثوں کے نیچے اُنکے پورے مقرر شدہ حصے لکھ دیتے ہیں پھر حسب قاعدہ ذواضعاف اقل معلوم کر کے مسئلہ لکھتے ہیں کہ مسئلہ اتنے سے ہے۔ اسی عدد کے حساب سے پھر ہر ایک وارث کو پورے سہام حصہ رسد دے کر اسکے نام اور حصے کے نیچے اُن سہاموں کی تعداد لکھ دیتے ہیں۔ لیکن اب چونکہ

سب سہاموں کا مجموعہ زیادہ ہو جاتا ہے اور اصل تقسیم کرنے والے عدد سے سہام بڑھ جاتے ہیں اسلئے وہ چھوٹا عدد [ذواضعاف اقل] لمبے کھینچے ہوئے خط کے اوپر لکھا رہنے دیتے ہیں اور اُسکے اوپر ان سب سہاموں کے مجموعہ کی تعداد یعنی [۹] لکھ دیتے ہیں اور درمیان میں عین کا نشان بنا دیتے ہیں تاکہ عول کی طرف اشارہ ہو بس عول کے اس طریقے سے مسائل حل ہو جائیں گے۔

مثال:

مسئلہ ۶ عـ ۹		زینب
شوہر	حقیقی بہنیں	اخیافی بہنیں
$\frac{1}{2}$	$\frac{2}{3}$	$\frac{1}{3}$
(3)	(4)	(2)

اس صورت میں ہم نے ہر وارث کو اپنا اپنا حصہ (مسئلہ) کے حساب سے دیا اور پھر حاصل شدہ حصوں (3،4،2) کو جمع کر کے مجموعہ 9 بن گیا۔ اب ورثاء کو ان کے حصوں کے مجموعہ (9) سے دیا جائے گا۔

فائدہ:

[۱] جس مسئلے میں بیٹا موجود ہو تو وہاں عول ہر گز نہیں ہوتا اسلئے کہ بیٹے کی موجودگی میں بعض ذوی الفروض محروم ہوتے ہیں اور بعض کے حصے کم ہوتے ہیں اور ان کو حصے مل جانے کے بعد باقی مال بیٹے کو ملتا ہے لہٰذا حصوں میں تنگی اور عول کی صورت پیش ہی نہیں آتی تاکہ بیٹا اور پوتا محروم نہ رہ جائے۔

[۲] جس صورت میں عول ہو وہاں عصبات کو ہر گز کچھ حصہ نہیں ملتا یا تو وہاں عصبات موجود نہ ہونگے اور یا اگر موجود ہوں تو محروم رہتے ہیں۔ اسلئے کہ عصبات کو ذوی الفروض سے بچا ہوا ملتا ہے اور عول کی صورت میں تو ذوی الفروض کے لئے مسئلہ کافی نہیں ہوتا تو باقی کیا بچے گا۔

[۳] مجموعہ سات مخارج [۲، ۳، ۴، ۶، ۸، ۱۲، ۲۴] میں سے چار مخارج یعنی دو، تین، اور آٹھ میں عول نہیں آتا اور باقی تین [۶، ۱۲، ۲۴] سے اگر مسئلہ ہو تو اس میں عول آسکتا ہے۔ یاد رہے کہ عول اس قدیم طرز میں ۲۴ سے صرف ۲۷ تک جا پہنچتا ہے۔

عول کا آسان اور جدید طرز:

جب ذوی الفروض کے حصوں کا مجموعہ 24 سے بڑھ جائے تو اس صورت میں ہر حصہ کا کل سے تقسیم کرائیں۔

اس جدید طرز کے عول میں مخارج کا مجموعہ 40 تک ہو سکتا ہے البتہ اس سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

مثال: ورثاء: بیوی، 3 بیٹیاں، ماں، باپ

کل ترکہ: 54000

بیوی	3 بیٹیاں	ماں	باپ
$\frac{3}{24}$	$\frac{16}{24}$	$\frac{4}{24}$	$\frac{4}{24}$

ان اکائیوں (3+16+4+4) کا مجموعہ 27 بنتا ہے جو 24 سے زیادہ ہے۔

لہٰذا اب تقسیم اکائیوں کے مجموعے یعنی 27 سے کریں گے، یعنی $\frac{3}{24}$، $\frac{16}{24}$، $\frac{4}{24}$، $\frac{4}{24}$ کی جگہ $\frac{3}{27}$، $\frac{16}{27}$، $\frac{4}{27}$، $\frac{4}{27}$ لکھیں گے۔

بیوی کا حصہ:	$54000 \times \frac{3}{27}$	=	6000 روپے
باپ کا حصہ:	$54000 \times \frac{4}{27}$	=	8000 روپے
ماں کا حصہ:	$54000 \times \frac{4}{27}$	=	8000 روپے
تین بیٹیوں کا حصہ:	$54000 \times \frac{16}{27}$	=	32000 روپے
ایک بیٹی کا حصہ:	$32000 \div 3$	=	10666.66 روپے

عول کا فیصدی طریقہ:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ تمام ورثاء کو ان کے متعین اپنے اپنے حصے دیں، پھر تمام ورثاء کے حصص (کسور) کے مجموعہ سے مسئلہ بنائیں اور پھر نیچے فیصدی حصہ لکھ دیں۔

مسئلہ: 28	100%
شوہر	2 حقیقی بہنیں
$\frac{12}{24}$	$\frac{16}{24}$
42.85%	57.14%

فارمولا: ⬅

	حصہ	x	100	= حاصل ÷ مسئلہ = فیصدی حصہ
شوہر	12	x	100	42.85% = 28÷1200 =
2 حقیق بہنیں	16	x	100	57.14% = 28÷1200 =

ردّ

رد عول کا ضد ہے یعنی بعض اوقات میت کے ذوی الفروض اس قدر کم ہوتے ہیں کہ ان کے حصے پورے دینے کے بعد میت کے ترکہ میں سے پھر بھی کچھ مال باقی رہ جاتا ہے اور عصبہ کوئی بھی موجود نہیں ہوتا جو باقی ماندہ کا مستحق ہو جائے اور ذوی الارحام یا تو موجود نہیں ہوتے اور اگر موجود ہوں بھی تو ذوی الفروض وعصبات کی موجودگی میں چونکہ وہ محروم ہوتے ہیں اس لئے ذوی الفروض کے حصوں سے باقی ماندہ مال کو بھی ذوی الفروض ہی کو دوبارہ ان کے حصوں کے حساب سے لوٹایا جائے گا یعنی جس کا حصہ زیادہ ہو تو اُسے زیادہ اور جس کا حصہ کم ہو تو اُسے کم دے دیتے ہیں ،اس عمل کو رد کہتے ہیں۔

اس صورت میں مسئلہ لکھنے کی ترکیب یہ ہے کہ اول حسب قاعدہ لمبے خط کے نیچے سب وارثوں کو لکھ کر اُنکے مقررہ شدہ حصے لکھ کر دیں، پھر سب سے چھوٹا عدد [ذواضعاف اقل] نکال کر اوپر لکھ دیتے ہیں، پھر حساب لگا کر بمقدار حساب ہر ایک وارث کے نیچے اُس کے سہام بھی لکھ دیتے ہیں۔اب سہام کو جمع کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ مجموعہ اس چھوٹے عدد [ذواضعاف اقل] سے کم ہے لہٰذا وہ کم عدد اسی پہلے عدد (ذواضعاف اقل) کے اوپر اس طرح لکھ دیتے ہیں کہ درمیان میں رد کا نشان لگا دیا جاتا ہے جیسے (6 رد 4

مثال:

مسئلہ 6 رد 4	زید
والد	بیٹی
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$
1	3

قواعد:

[۱] جس جگہ عصبہ موجود ہوں وہاں رد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہاں ذوی الفروض سے باقی ماندہ عصبہ لیتے ہیں تو رد کی ضرورت نہیں پڑتی۔

[۲] اگر احد الزوجین نہ ہو، سب ذوی الفروض نسبی ہو اور وہ بھی ایک جنس کے ہو یعنی ایک ہی کے نام کے ہوں جیسے سب بیٹیاں یا سب بہنیں ہوں اور ان کا حصہ مقررہ ان کو دینے کے بعد کچھ ترکہ پھر بھی باقی رہتا ہو تو اس صورت میں تقسیم بہت آسان ہے، مسئلہ ان کے عدد رؤس سے بنے گا یعنی جس قدر وارث ہوں اس قدر سہام مقرر کر کے بلا تکلف سب کو ایک ایک دیدیں۔

مثال:

مسئلہ: 3 ر 5				زید
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
$\frac{2}{3}$				
1	1	1	1	1

بیٹیاں چونکہ ایک سے زیادہ ہیں لہٰذا ان کو دو ثلث ملنا چاہیے تھا جبکہ ایک ثلث پھر بھی باقی رہتا ہے اور دوسرا لینے والا کوئی نہیں اس لئے وہ ثلث بھی بیٹیوں کا حق ہو گا۔

3 ر 2	
بیٹی	بیٹی
$\frac{2}{3}$	
1	1

[۳] ذوی الفروض سببی (احد الزوجین) نہ ہو اور ذوی الفروض نسبی دو یا تین جنس کے ہوں تو مسئلہ عدد سہام یعنی ان کے حصوں (کسور) کے مجموعے سے بنے گا۔

مثال:

2اخیافی بھائی	ماں
$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$
2	1

6 ر 3

یہاں سہام $\frac{1}{6}$، $\frac{1}{3}$ کا ذو اضعاف اقل 6 سے مسئلہ بنا کر سدس (۱) ماں کو اور ثلث (۲) اخیافی بھائیوں کو دے دیا چونکہ باقی لینے کے لیے کوئی وارث موجود نہیں لہٰذا باقی بھی انہی پر رد کیا جائے گا لہٰذا ان کے حصوں (۱، ۲) کا مجموعہ ۳ ہے، اب اسی سے مسئلہ بنا کر تقسیم کر دیا گیا۔

6 ر 4

پوتی	بیٹی
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$
1	3

[۴] اگر ذوی الفروض سببی (احد الزوجین) موجود ہو اور ذوی الفروض نسبی بھی موجود ہوں لیکن وہ ایک جنسی یعنی ایک نام کے ہوں تو اس صورت میں مسئلہ احد الزوجین کے حصے کے مخرج سے بنے گا پھر اسی سے احد الزوجین کو دے کر پھر اس حصے کو کل مسئلہ سے نکال کر (منفی) کر کے باقی جو بچے وہ ذوی الفروض نسبی کو دے دیں۔

مثال:

4

3بیٹیاں	شوہر
$\frac{2}{3}$	$\frac{1}{4}$
3	1

یہ صورت اس طرح بھی ہو سکتی ہے۔

12 ر 4

شوہر	3 بیٹیاں
$\frac{1}{4}$	$\frac{2}{3}$
3	8
1	3

8

بیوی	7 بیٹیاں
$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{3}$
1	7

یہ مسئلہ اس طرح سے بھی حل ہو سکتا ہے۔

24 ر 8

بیوی	7 بیٹیاں
$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{3}$
3	16
1	7

[۵] احد الزوجین موجود ہو اور ذوی الفروض نسبی بھی دو یا تین جنسی ہوں تو یہاں چونکہ ذوی الفروض نسبی پر رد ہوتا ہے اور ذوی الفروض سببی پر رد نہیں ہو سکتا لہٰذا یہاں دو الگ الگ مسئلے بنانے پڑتے ہیں۔

پہلا مسئلہ احد الزوجین کے مخرج سے بنا کر ان کو اپنا حصہ دینے کے بعد باقی محفوظ کر کے پھر دوسرا مسئلہ ذوی الفروض نسبی کے مخارج کے ذو اضعاف اقل سے بنا کر ان کو اس مخرج سے دیں گے پھر ذوی الفروض نسبی کے حصوں کے مجموعے سے رد کا مسئلہ بنائیں گے۔

مثال مماثلت:

مسئلہ 4 ، 6 ر 3

زوجہ	جدہ	2 اخیافی بہن
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$
1	------③------	
	1	2

یہاں 3 اور (3) مابقیہ میں تماثل کی نسبت ہے لہٰذا مسئلہ پورا ہوا باین طور کہ مسئلہ ھذا کا کل مخرج بس 4 ہی ٹھہرا، جس میں سے ایک زوجہ کو، ایک جدہ کو اور دو حصے اخیافی بہنوں کو مل گئے۔

مثال توافق و تباین:

اور اگر مسئلے کے حاصل مخرج اور ما بقی کے درمیان نسبت توافق یا تباین کی ہو تو پھر مسئلہ اول (احد الزوجین) کے مخرج کو مسئلہ ثانی (ذوی الفروض نسبی کے مسئلے) کے مخرج اخیر سے ضرب دی جائے، اس سے کل مخرج نکل آئے گا۔

مسئلہ: 4،6 ر 4 x 4 = 16 (مخرج بعد الرد) زینب

شوہر	بیٹی	ماں
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$
1	---------③---------	
-	3	1
4	9	3

یہاں مسئلہ اول 4 سے بنایا کیونکہ شوہر کے حصے کا مخرج 4 ہی ہے پھر 4 میں سے ربع یعنی 1 شوہر کو دیا اور باقی یعنی 3 ذوی الفروض (بیٹی اور ماں) کے لیے محفوظ کر دیا پھر دوسرا مسئلہ بیٹی اور ماں کے حصوں $\frac{1}{2}$، $\frac{1}{6}$ کے ذو اضعاف اقل یعنی 6 سے بنایا۔ 6 میں سے نصف یعنی 3 بیٹی کو اور سدس یعنی 1 ماں کو دیا۔ 3 اور 1 کا مجموعہ 4 بنتا ہے لہٰذا ان کا مسئلہ 6 کے ساتھ 4 بطور رد لکھ لیا۔

پھر مسئلہ اول کے مخرج 4 کو مسئلہ ثانی کے مخرج اخیر (4) میں ضرب دیا جس سے کل مخرج 16 نکل آیا۔ اب تینوں ورثاء کو 16 مخرج سے حصہ دینا پڑے گا لہٰذا شوہر کا حصہ کو 4 سے ضرب دینے سے شوہر کا حصہ اب 4 ہوا، بیٹی اور ماں کے حصوں 3، 1 کو مابقی 3 سے ضرب دینے سے بالترتیب ان کو 9 اور 3 ملے گا۔

مسئلہ: 8، 6 ر 4 x 8 = 32

زوجہ	والدہ	بیٹی
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$
1	⑦	
—	1	3
4	7	21

مسئلہ: 2، 6 ر 3 x 2 = 6

زوجہ	اخیافی بہن	نانی
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$
1	①	
-	2	1
3	2	1

مسئلہ: 8،6 ر 40 = 8 x 5

بیوی	2بیٹی	ماں
$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{3}$	$\frac{1}{6}$
1	⑦	
-	4	1
5	28	7

مسئلہ: 8،6 ر 40 = 8 x 5

بیوی	بیٹی	پوتی	ماں
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$
1	⑦		
-	3	1	1
5	21	7	7

مسئلہ: 4،6 ر 20 = 4 x 5

شوہر	والدہ	دوبیٹی
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{2}{3}$
1	③	
	1	4
5	3	12

[۶] اگر میت وارثوں میں صرف زوجہ یا شوہر موجود ہو اور دوسرے وارث عصبہ اور ذوی الارحام کوئی نہ ہو تو وہاں کل مال اُس (زوجہ یا شوہر) کو ملے گا۔

مثال:

مسئلہ: 1	زید
صرف زوجہ	

1

لیکن رد کے قاعدے کے مطابق اس طرح لکھا جائے گا۔

مسئلہ: 4 رد 1	زید
صرف زوجہ	
$\frac{1}{4}$	
1	

فائدہ:

اصولاً احد الزوجین پر رد نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے درمیان قرابت نسبی نہیں بلکہ سببی ہے یعنی نکاح کی وجہ سے ہے جو موت سے ختم ہو گئی لہٰذا مقررہ حصہ کے علاوہ دوبارہ حصہ بطور رد لینے کے لیے ان کے درمیان کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔

الغرض احد الزوجین (زوجہ، شوہر) کے علاوہ اور کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو، نہ ذوی الفروض میں سے، نہ عصبات اور نہ ذوی الارحام میں سے تو اس صورت میں احد الزوجین حصہ لینے کے بعد باقی مال بیت المال میں رکھ دیا جاتا ہے لیکن آج کل بیت المال کی عدم موجودگی یا اسلامی خزانہ میں فساد اور بے راہ روی کی وجہ سے بیت المال کی بجائے احد الزوجین پر ہی رد کیا جائے گا یعنی کل مال کے وہ مستحق ہو جائیں گے اور اسی پر فتوی ہے۔

رد کا فیصدی طریقہ:

مسئلہ رد فیصدی طریقے سے معلوم کرنے کے لیے ہر مسئلہ 24 سے بنائیں گے پھر ہر وارث کو حصے ملنے کے بعد فیصدی فارمولے کے مطابق ہر ایک کا فیصدی حصہ معلوم کرکے لکھنا ہوگا۔

فیصدی فارمولا:

فارمولا ⟵ حصہ x 100 =حاصل ÷ مسئلہ = فیصدی حصہ

❖ اگر احد الزوجین نہ ہو اور ذوی الفروض نسبی ایک جنس سے ہو تو مسئلہ ان کے عدد رؤس سے بنے گا۔

24 ر 2	100%
بیٹی	بیٹی
1	1
50%	50%

ایک بیٹی: 1 x 100 = 100 ÷ 2 = 50%

❖ اور اگر احد الزوجین نہ ہو اور ذوی الفروض نسبی مختلف الجنس ہو تو مسئلہ ان کے حصوں کے مجموعے سے بنے گا۔

24 ر 12	100%
ماں	2اخیافی بھائی
4	8
33.33	66.66

ماں : 4 x 100 = 400 ÷ 12 =33.33
2اخیافی بھائی: 8 x 100 = 400 ÷ 12 = 66.66

❖ اور اگر احد الزوجین ہو اور ذوی الفروض نسبی ایک جنس ہو تو احد الزوجین کو حصے دینے کے بعد اس کا حصہ 24 سے منفی کر کے باقی تمام ذوی الفروض نسبی کو دیں گے۔

24 - 6 =	18	100%
شوہر		6 بیٹیاں
6		18
25%		75%

شوہر: 6 x 100 = 600 ÷ 24 = 25%
شوہر: 18 x 100 = 1800 ÷ 24 = 75%

❖ اور اگر احد الزوجین کے ساتھ ذوی الفروض نسبی مختلف الجنس ہوں تو پہلے احد الزوجین کا حصہ 24 میں سے دے کر اس کا حصہ مندرجہ ذیل صورت میں 3 کو 24 سے منفی کر کے باقی حصہ 21 محفوظ کر رکھ دیں، پھر ذوی الفروض نسبی کا مسئلہ ان کے حصوں کے مجموعے 16+ 4 = 20 سے بنائیں۔

پھر ذوی الفروض نسبی کے مجموعہ سہام 20 کو مسئلہ اول 24 سے ضرب دے کر حاصل ضرب مسئلے کی تصحیح ہو گی یعنی اب تینوں ورثاء کا یہ مجموعی طور پر مسئلہ ہو گا۔

لہٰذا اب احد الزوجین کے حصے یعنی 3 کو مجموعہ سہام یعنی 20 میں ضرب دینے سے احد الزوجین کو مجموعہ تصحیح سے حصہ مل جائے گا۔

اور ذوی الفروض کے حصوں یعنی 16 اور 4 کو احد الزوجین کے ما بقی (21) میں ضرب دینے سے ذوی الفروض کے ہر واحد کا حصہ مجموعہ تصحیح سے مل جائے گا۔

480 = 20 x 24

بیوی	4بیٹیاں	دادی
3	16	4
—	------(21)---------	
60	336	84
12.50%	70%	17.50%

بیوی: 60 x 100 = 6000 ÷ 480 = 12.50%
4بیٹیاں: 336 x 100 = 33600 ÷ 480 = 70%
دادی: 84 x 100 = 8400 ÷ 480 = 17.5%

مسئلہ رد جدید طرز پر:

مسئلہ رد کا یہ جدید طرز وطریقہ ہر مسئلہ 24 سے حل کرنا، بہت آسان طریقہ ہے جس میں نہ تصحیح کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ الگ الگ مسئلہ بنانے کی۔

جب ذوی الفروض کی اکائیوں کا مجموعہ 24 سے کم ہو اور باقی اکائیوں کے لینے کے لئے عصبات نہ ہو تو وہ باقی اکائیاں بھی ذوی الفروض نسبی پر اُن کے حصوں کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا مثلاً

ورثاء: بیوی، ماں، بیٹی------------کل ترکہ: 4800روپے

مسئلہ:24 زید

بیوی	ماں	بیٹی
3	4	12

ان کی اکائیاں 12 , 4 , 3 کا مجموعہ 19 ہے جو 24 سے کم ہے لہٰذا مسئلہ میں رد ہے، پہلے ذوی الفروض سببی یعنی بیوی کو حصہ دے کر فارغ کردیں۔

بیوی کا حصہ: $4800 \times \frac{3}{24} = 600$

باقی رقم $4800 - 600 = 4200$

اب بقیہ رقم ذوی الفروض نسبی پر تقسیم ہوگا۔

چونکہ ذوی الفروض نسبی کے اکائیوں کا مجموعہ: 4 + 12= 16 ہے۔

اب ذوی الفروض نسبی کو باقی رقم میں سے 16 کے حساب سے حصہ دیا جائے گا جس میں اپنا اپنا فرض حصہ لینے کے ساتھ رد بھی ہو جائے گا، لہٰذا ان کا حصہ $\frac{4}{24}$، $\frac{12}{24}$ کی بجائے اب $\frac{4}{16}$، $\frac{12}{16}$ لکھا جائے گا۔

ماں کا حصہ: $4200 \times \frac{4}{16} = 1050$

بیٹی کا حصہ: $4200 \times \frac{12}{16} = 3150$

مناسخہ

(مسلسل غیر منقسم ترکہ)

وقت پر شرعی طریقے پر تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے کسی وارث کا حصہ اس کو ملنے سے پہلے (اس کے مرنے کی وجہ سے میراث بن کر) اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جانے کو "مناسخہ" کہتے ہیں۔

تقسیم سے پہلے اگر کوئی وارث میت کے ورثاء میں سے مر جائے تو اس کی میراث جب تقسیم کی جائیگی تو اسی میں وہ مال بھی تقسیم ہو گا جو پہلے میت کے ترکے سے اس کو وصول ہونا تھا اور اگر پہلے میت یا اس دوسرے میت کے ورثاء میں پھر کوئی وارث دار فانی سے کوچ کر جائے تو اس کے ورثاء کو گزشتہ دونوں میتوں کے ترکہ سے حصہ ملے گا۔

ان میں سے بعض ورثاء ایک میت کے، بعض دو کے اور بعض تینوں کے ترکے سے حصہ پائیں گے۔ اسی طرح سلسلہ کئی پشتوں تک پہنچ سکتا ہے، تو ان تمام میتوں کے ترکوں کی تقسیم کو مناسخہ کہتے ہیں۔

میراث کی کتابوں میں اسکا ایک پیچیدہ اور مشکل طریقہ دیا جاتا ہے جبکہ یہاں ہم پہلے اس کے دو آسان طریقے لکھ دیتے ہیں اور پھر آخر میں مشکل قدیم، سراجی والا طریقہ بھی لکھ دیتے ہیں۔

مختصر فیصدی طریقہ:

اس طریقے میں ورثاء کے حصص فیصدی اعتبار سے نکالے جاتے ہیں اور نتیجہ بعینہٖ وہی قدیم سراجی والے طریقے کے مطابق آتا ہے۔

سب سے پہلے مورث اعلیٰ (مناسخہ میں سب سے پہلے مرنے والے) کا ترکہ عدد "100" فرض کر لیا جاتا ہے۔ پھر اس کے ورثاء کو عددی حصص مل جانے کے بعد مندرجہ ذیل فارمولے سے ان ورثاء کے فیصدی حصص معلوم کر لیے جاتے ہیں۔

$$\frac{\text{عددی حصہ}}{\text{مسئلہ میت}} \times 100$$

پھر اس پہلی میت کے بعد دیگر تمام میتوں میں سے ہر ایک کا مسئلہ حل کر کے ان کے ورثاء کے عددی حصص کی تقسیم کے بعد درج ذیل فارمولے سے فیصدی حصص کی تعین کر لی جاتی ہے۔

$$\frac{\text{عددی حصہ}}{\text{مسئلہ میت}} \times \text{مافی الید}$$

وضاحت:

مافی الید: اس کی مختصر علامت "مف" ہے (یعنی ما کی میم اور فی الید کی بلا نقطہ فا) یہ میت کے اس حصے کو کہتے ہیں جو اسے اوپر کے ایک یا کئی مورثوں سے ملا ہو، اسے میت (مت________) کے بائیں سرے پر مورث کے نام سے آگے لکھا جاتا ہے جیسے حلِ مسئلہ میں موجود ہے۔

مثال: ا

ایک روڈ حادثہ میں جمیلہ بر موقع جان بحق ہو گئی جبکہ اس وقت اس کے ورثاء میں اس کا شوہر (سرفراز) بیٹی (فردوس) ماں (نائلہ) اور چچا (غضنفر) حیات تھے۔ ان میں سے کسی نے تقسیم ترکہ کی بات نہیں چھیڑی، معاملہ یوں ہی بلا تقسیمِ ترکہ چلتا رہا کہ قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ دو سال بعد (سرفراز) بھی اس دنیا سے چل بسا اور بوقت وفات بیٹی (فردوس) سمیت، شوہر سرفراز کی ماں (عاتکہ) اور باپ (خالد) زندہ تھے۔

اب بھی حسب سابق کسی نے تقسیم ترکہ کا ذکر تک بھی نہ کیا، یہاں تک کہ سرفراز کی ساس (نائلہ) بھی بیماری کے سبب رحلت کر گئی۔ نائلہ نے دوسرے شوہر سے شادی کی تھی اور اُس سے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا تھا لہٰذا اب نائلہ کے میراث لینے والوں میں فقط شوہر (وسیم) اور ایک بیٹا (نسیم) تھا۔ بدستور میراث بغیر تقسیم کے جاری تھا کہ فردوس نے بھی داعئ اجل کو لبیک کہتے ہوئے پیچھے اپنا شوہر (وقاص) بیٹی (زینب) اور ایک بیٹا (ندیم) دنیا کے حوالے کرتے ہوئے آخرت کی راہ لی، چنانچہ فردوس کی وفات پر تقسیمِ ترکہ کے مسئلے نے جنم لیا۔ لہٰذا اب ہر وارث کے حصہ کی تعین مطلوب ہے۔

حل مسئلہ:

مسئلہ: 12 — مورث اعلیٰ: جمیلہ (100)

	زوج (سرفراز)	بنت (فردوس)	ام (نائلہ)	عم (غضنفر)
عددی حصص:	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	ع (باقی)
	3	6	2	1
فیصدی حصص:	$\frac{3}{12}$ x100	$\frac{1}{2}$ x100	$\frac{2}{12}$ x100	$\frac{1}{12}$ x100
	25%	50%	16.66%	8.33%

مسئلہ: 6 — مورث ثانی: سرفراز مف 25%

	بنت (فردوس)	ام (عاتکہ)	اب (خالد)
عددی حصص:	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$ + ع (باقی)
	3	1	2 = 1+1
فیصدی حصص:	$\frac{3}{6}$ x25	$\frac{1}{6}$ x25	$\frac{2}{6}$ x25
	12.50%	4.16%	8.33 %

مسئلہ:4 مورث ثالث: نائلہ مف (16.66)

زوج(وسیم)	ابن(نسیم)
$\frac{1}{4}$	ع(باقی)

	زوج	ابن
عددی حصص:	1	3
فیصدی حصص:	$\frac{1}{4}$ x16.66	$\frac{3}{4}$ x16.66
	4.165%	12.495%

مسئلہ:4 مورث رابع: فردوس مف (62.50=50+12.50)

زوج(وقاص)	بنت(زینب)	ابن(ندیم)
$\frac{1}{4}$	----------ع(3)-------	
عددی حصص:1	1	2
فیصدی حصص: $\frac{1}{4}$ x 62.50	$\frac{1}{4}$ x 62.50	$\frac{2}{4}$ x62.50
15.62%	15.62%	31.25%

الاحیاء

عضنفر، عاتکہ، خالد، وسیم، نسیم، وقاص، زینب، ندیم

فیصدی حصص: 33 .8، 16 .4، 8.33، 16.، 12.50، 15.62،

31.25، 15.62

پڑتال: 33. 8 + 16. 4 + 33. 8 + 16. 4 + 50. 12 + 62. 15 + 25 . 31

= 97. 99

۲۔بہت آسان جدید طرز طریقہ:

یہ طریقہ بہت آسان اور غیر پیچیدہ ہے البتہ کاغذی طور پر کچھ لمبا ہے لیکن سمجھ میں آسانی سے آنے والا ہے۔اس طریقے میں سب سے پہلے،اول فوت ہونے والے کے ورثاء کے نام مع ان کے میت کے ساتھ رشتے ایک الگ کاغذ یا ایک الگ خانے میں لکھے جائیں۔اب پہلے میت کے ترکے کا حساب کر کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے اور ہر ایک کا جو حصہ بنتا ہے وہ ان کے ناموں کے سامنے لکھا جائے۔

اب دوسرے نمبر پر فوت ہونے والے شخص کے ورثاء کے نام وغیرہ دوسرے کاغذ یا دوسرے خانے میں لکھے جائیں۔پہلے میت سے جتنا حصہ اس میت کو ملنا تھا اس کو لکھا جائے۔بہتر یہ ہے کہ اس دوسرے میت کی اپنی جائیداد اور مال اگر موجود ہو تو وہ بھی اس میں جمع کیا جائے تا کہ اس کے ترکے کی مکمل تقسیم ہو جائے۔لیکن اگر کسی وجہ وہ ممکن نہیں تو خیر صرف اس کے اُس حصے کو اس کے اپنے ورثاء میں تقسیم کیا جائے جو اسے پہلے میت سے ملا ہے۔اور اس دوسرے کاغذ یا خانے میں جن جن ورثاء کو دوسری میت سے جو حصہ ملا ہے اُن کے ناموں کے سامنے لکھے جائیں۔

اس کے بعد تیسرے میت، علی ھذا القیاس، نمبر وار تمام میتوں کے ساتھ یہی عمل دہرایا جائے۔آخر میں ایک اور کاغذ یا خانے میں ان تمام میتوں کے سارے زندہ ورثاء کے نام ایسے لکھے کہ ہر وارث کا نام ایک ہی دفعہ آئے کیونکہ ان میں بعض ورثاء ایک سے زیادہ جگہوں میں وارث ہوں گے تو یہاں بار بار انکے نام لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اب ہر میت کے کاغذ پر دیکھ کر ہر وارث کا ہر ایک جگہ سے حصہ معلوم کرتے ہوئے ان کے ناموں کے سامنے لکھتے جائیں۔جب ان سب کے ہر میت سے لئے ہوئے حصے آپ جمع کریں گے تو انکا مجموعہ حصہ آجائے گا۔اگرچہ یہ طریقہ کافی لمبا نظر آتا ہے لیکن اس میں مشکل اتنا

نہیں اور نہ محنت اتنی ہے جتنا دوسرے طریقوں میں ہے اور فائدہ اس کا بہت ہے کیونکہ اس کی جانچ پڑتال ہر کوئی آسانی سے کر سکتا ہے، کہیں کوئی غلطی نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی جائے تو اس کی اصلاح آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

مثال:

سوال: سلیمہ نے (زید) نامی خاوند ایک بیٹی (کریمہ) اور ماں (عظیمہ) چھوڑیں۔ سلیمہ کا ترکہ 48000 روپے ابھی تقسیم نہیں ہوا تھا کہ زید بھی انتقال کر گیا۔ اس نے اپنے پیچھے باپ (عمر) اور ماں (رحیمہ) چھوڑی اور آخر میں (کریمہ) بھی سدھار گئی، اس نے دو بیٹے (خالد) اور (عبداللہ) اور ایک بیٹی (رقیہ) چھوڑے، اس کی تقسیم سے قبل اسکی نانی جان (عظیمہ) بھی رحلت کر گئی اور اس نے پیچھے ایک خاوند (عبدالرحمن) اور دو بھائی (عبدالرحیم) اور (عبدالکریم) چھوڑے۔

جواب: جس ترتیب سے اموات ہوئی ہیں اس ترتیب سے نیچے دیئے گئے جدول میں سب سے پہلے سلیمہ کا ترکہ، پھر اسکے خاوند زید کا ترکہ پھر اسکی بیٹی کریمہ کا ترکہ اور آخر میں اسکی والدہ عظیمہ کا ترکہ تقسیم ہوتے دکھایا گیا ہے۔ یہاں ع سے مراد عصبہ ہے اور ہر مسئلہ 24 سے حل کیا گیا ہے۔

ا۔ سلیمہ کا ترکہ: 48000 روپے

ورثاء		رشتہ		اکائیاں	حصہ
زید	⟵	خاوند	:	6	12000
کریمہ	⟵	بیٹی	:	12	27000
عظیمہ	⟵	ماں	:	4	9000

۲۔زید کا ترکہ:12000روپے

ورثاء		رشتہ		اکائیاں	حصہ
عمر	⟵	باپ	:	ع 4+4	4000
رحیمہ	⟵	ماں	:	4	2000
کریمہ	⟵	بیٹی	:	12	6000

۳۔کریمہ کا ترکہ:27000+6000روپے

ورثاء		رشتہ		اکائیاں	حصہ
خالد	⟵	بیٹا	:	ع	11000
عبداللہ	⟵	بیٹا	:	ع	11000
رقیہ	⟵	بیٹی	:	ع	5500
عظیمہ	⟵	نانی	:	4	5500

۴۔عظیمہ کا ترکہ:5500+9000روپے

ورثاء		رشتہ		اکائیاں	حصہ
عبدالرحمن	⟵	خاوند	:	6	3625
عبدالرحیم	⟵	بیٹا	:	ع	5437.50
عبدالکریم	⟵	بیٹا	:	ع	5437.50

سراجی کا قدیم طرز طریقہ:

بطن اول:

128

32

مسئلہ: 12 ر 4 تص 16   6   مورث اعلیٰ (سلیمہ)

زوج (زید)	اُم (عظیمہ)		بنت (کریمہ)	
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{6}$		$\frac{1}{2}$	
1	1	(3)	3	= 4 مضروب
4	3		9	
	6			

وضاحت:

مجموعہ مسئلہ 12 سے ہے پھر چونکہ مسئلہ میں زوج ہے اور مسئلہ ردیہ ہے لہٰذا زوج کے مخرج 4 سے مسئلہ بنایا۔

زوج کو حصہ دینے کے بعد باقی (3) رہ گیا جب کہ ام اور بنت کے سہام کا مخرج 6 بنتا ہے اور اس میں سے سدس 1 اور نصف 3 جس کا مجموعہ 4 ہوا۔ یہ چار سہام بمنزلہ رؤس ہوئے۔ اب رؤس 4 اور سہام 3 میں موافقت نہیں بلکہ کسر آیا، لہٰذا عدد رؤس 4 کو مضروب بنا کر اصل مسئلہ 4 میں ضرب دیا تو 16 بن گیا۔

بطن ثانی:

(تماثل بین المسئلۃ ومافی الید)		مورث ثانی (زید) مافی الید: 4
زوجہ ثانیہ (حلیمہ)	ام (رحیمہ)	اب (عمرو)
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{3}$	عصبہ
1	2	2
2	2	4
8	8	16

زوجہ کو ربع 1 جبکہ باقی 3 میں سے ثلث 1 ماں کو اور باقی 2 باپ کو ملے۔

بطن ثالث:

مسئلہ: 6[2]	توافق		کریمہ ۔مافی الید: 9[3]
بنت (رقیہ)	ابن (خالد)	ابن (عبداللہ)	جدہ (عظیمہ)
ـــــــ	باقی	ـــــــ	$\frac{1}{6}$
ـــــــ	5	ـــــــ	1
1	2	2	3
3	6	6	
12	24	24	

وضاحت:

مسئلہ 6: سے کیونکہ مسئلہ میں صرف ایک ذی سہم جدہ ہے جس کا حصہ $\frac{1}{6}$ ہے، جس کے مخرج سے مسئلہ 6 سے بن گیا۔ پھر مسئلہ 6 اور مافی الید 9 میں توافق با لثلث ہے۔ مسئلہ کے وفق (2) کو میت اول کے مسئلہ 16 میں ضرب دینے سے 16x2=32 ہوا۔ پھر اسی وفق کو میت اول کے زندہ ورثاء

کے سہام میں بھی ضرب دیا۔ لہٰذا ام کو 6 ملا۔ اسی طرح میت ثانی کے ورثاء کے سہام میں بھی 2 سے ضرب دیا۔ البتہ میت ثالث کے ورثا کے سہام میں مافی الید 9 کے وفق میں (3) سے ضرب دیا۔

بطن رابع:

مسئلہ: 2 تصـــ 4 تبائن عظیمہ۔ مافی الید: 6+3 =(9)

اخ (عبدالکریم)	اخ (عبدالرحیم)	زوجہ (عبدالرحمٰن)
(1)		$\frac{1}{2}$
$\frac{1}{2}$	← (1) → $\frac{1}{2}$	1
1	1	2
9	9	18

مسئلہ: 2 سے کیونکہ سہام میں صرف $\frac{1}{2}$ آیا ہے۔ 1 زوج کو اور باقی ایک دو بھائیوں کو جبکہ ان کے حصوں میں کسر آیا، ہر ایک کو آدھا آدھا ($\frac{1}{2}$) ملا۔ لہٰذا کسر ختم کرنے کے لیے کسر $\frac{1}{2}$ کے مخرج 2 کو مسئلہ 2 سے ضرب دینے پر مسئلے کی تصحیح: 4 ہوا۔

اب تصحیح 4 اور مافی الید 9 میں تبائن ہے لہٰذا تصحیح 4 کو میت اول کی تصحیح 32 میں ضرب دیا جس سے 128 بن گیا۔ اب تمام اموات کے زندہ ورثاء کے سہام میں بھی 4 سے ضرب دیا جائے گا۔ جبکہ میت رابع کے ورثاء کے سہام میں مافی الید 9 سے ضرب دیں گے۔

مبلغ 128

الاحـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــیا

حلیمہ	عمرو	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
8	16	8	12	24	24	18	9	9

تخارج کا مسئلہ

اگر کوئی وارث کسی خاص چیز کے بدلے میں دوسرے وارثوں کی رضامندی سے اپنے حصے سے دستبردار ہونا چاہتا ہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اپنے اس حق کو چھوڑنے اور دست برادر ہونے کو اصطلاحِ فرائض میں تخارج یا مصالحت کہتے ہیں۔

تخارج کے شرائط:

صلح کے لیے وارث کا عاقل ہونا شرط ہے، بالغ اور آزاد وغیرہ شرط نہیں۔

تخارج کا طریقہ:

پہلے اس مصالح (صلح کرنے والے) کو تمام ورثاء میں داخل کر کے مسئلہ حل کیا جائے اور تمام ورثاء کو کل مخرجِ مقررہ سے اپنے اپنے حصہ دے دیں۔ اس کے بعد مصالح کے سہام (حصہ) کو کل مسئلے یعنی کل مخرجِ مقررہ سے نکال کر تفریق کریں اور مصالح کے نام اور سہام کے نیچے لفظ (ص) لکھیں۔ تفریق کے بعد، مصالح کے علاوہ ورثاء کو باقی میں سے اپنا اپنا حصہ دیا جائے۔

مثلاً:

خاوند نے اپنے مرنے والی بیوی کا حق مہر ابھی تک ادا نہیں کیا تھا، اب اس مہر کے بدلے اپنا حصہٗ وراثت جو بیوی کے ترکہ میں سے اسے ملنا تھا چھوڑ دیا۔

مسئلہ: 6 - 3 = مسئلہ 3

شوہر (مصالح)	ماں	چچا
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{3}$	باقی
3	2	1
ص		

یا مثلاً میت کے کسی بیٹے نے ایک گاڑی لے لی اور باقی ترکہ میں سے اپنا حصہ چھوڑ دیا۔

مسئلہ: 8 x 4 = تصـ 32 - 7 = مسئلہ 25

بیوی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
$\frac{1}{8}$	باقی(7)			
4 x 1		4 x 7 = 28		
4	7	7	7	7
	ص			

وضاحت:

کسر کی وجہ سے بیٹیوں کی عدد رؤس (4) کو مسئلہ (8) میں ضرب دے کر تصحیح (32) بن گئی۔ پھر (4) مضروب کو بیوی کے حصے (1) میں بھی اور بیٹیوں کے حصے (7) میں بھی ضرب دے کر بالترتیب بیوی کو 4 اور بیٹیوں کو 28 ملا اور پھر ایک بیٹے (مصالح) کا حصہ (7) کل (32) سے منفی کیا تو مسئلہ (25) ہوا۔

مسئلہ: 24 x 6 = تصـ 144 - 34 = مسئلہ 110

بیوی	ماں	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{6}$	باقی			
3	4	(17)			
18	24		106 ÷ 6 = 17		
		34	34	17	17
		ص			

وضاحت:

اس صورت میں مثلاً ایک بیٹے نے گھر کے بدلے مصالحت کی اور اپنا حصہ چھوڑ دیا لہٰذا پہلے تمام ورثاء کا مسئلہ 24 سے حل کیا۔ اولاد کو 17 حصے ملے جس میں کسر ہونے کی وجہ سے ان کے عدد رؤس تمام، بنات تصور کر کے 6 بنتا ہے، کو اصل مسئلے میں ضرب دیا تو تصحیح 144 بنا۔ اس حساب سے اولاد کو 106 حصے ملے جس کو عدد رؤس پر تقسیم کر کے ہر بیٹی کو 17، 17 جبکہ ہر بیٹے کو 34، 34 حصہ ملا چونکہ ایک بیٹے نے مصالحت کی ہے لہٰذا کل 144 سے اس کا حصہ 34 منفی کر کے باقی 110 رہ گیا، اب مصالحت کے بعد باقی ورثاء کو 110 کے حساب سے حصے ملیں گے۔

مسئلہ تخارج کا ایک اور طریقہ:

24	مصالحتی حصہ: 120	ترکہ: 240
شوہر	ماں	چچا
$\frac{12}{24}$	$\frac{8}{24}$	$\frac{4}{24}$
120	80	40
ص		

مصالح کے حصے کو ہر وارث کے حصے میں ضرب دیا اور حاصلِ ضرب کو باقی ورثاء کے حصص کے مجموعے پر تقسیم کیا۔

فارمولا	مصالح کا حصہ x وارث کا حصہ = حاصل	÷ حصص کا مجموعہ	= مصالح کی طرف سے دیا گیا
ماں:	80 x 120 = 9600	÷ 120	= 80
چچا:	40 x 120 = 4800	÷ 120	= 40

24 کے حساب سے آسان طریقہ:

مثال: رشیدہ نے خاوند، 3 بیٹیاں، ایک حقیقی بہن اور ایک علاتی بہن وارث چھوڑے۔ اسکا خاوند مہر کے بدلے اپنے حق سے دستبردار ہو رہا ہے۔ باقی ورثاء کے حصے معلوم کریں؟

24 - 6 = 18			ترکہ: 300
خاوند	3 بیٹیاں	حقیقی بہن	علاتی بہن
$\frac{6}{24}$	$\frac{16}{24}$	باقی $(\frac{2}{24})$	محروم
ص	$\frac{16}{18}$	$\frac{2}{18}$	

وضاحت:

خاوند کو 6 اور بیٹیوں کو 16 اکائیاں بطور ذوی الفروض ملیں جسکا مجموعی 22 اکائیاں بنی، حقیقی بہن کو باقی دو اکائیاں عصبہ کے طور پر ملیں اور علاتی محروم ہے۔ اس لئے خاوند کا $\frac{6}{24}$، بیٹیوں کا $\frac{16}{24}$ اور حقیقی بہن کا $\frac{2}{24}$ حصہ بنا۔ خاوند اپنے 6 اکائیوں سے دستبردار ہو رہا ہے اسلئے 24 سے 6 تفریق کیے تو جواب 18 آیا۔ پس اب بیٹیوں کا حصہ $\frac{16}{18}$ ہے جس کو وہ تینوں آپس میں برابر تقسیم کریں گی اور حقیقی بہن کا حصہ $\frac{2}{18}$ بن گیا۔

قرض خواہوں کے درمیان تقسیم ترکہ

اگر میت پر ڈیون (قرض) اس کے ترکہ سے کم اور ترکہ زیادہ ہو یا ترکہ برابر ہو تو اس صورت میں دیون ادا کرنے میں کوئی مشکل نہیں۔ دیون ادا کرنے کے بعد اگر کچھ بچ گیا تو وہ ورثہ میں تقسیم ہو گا اور اگر کچھ بھی نہ بچا تو قرض ادا کر کے ورثہ کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

البتہ اگر دیون ترکہ سے زیادہ میں اور غرماء (قرض خواہوں) کے قرض پورا ادا نہیں ہو سکتا تو اب تمام غرماء میں ان کے دیون کے تناسب سے ترکہ تقسیم ہو گا۔

تقسیم کا آسان طریقہ:

ہر قرض خواہ کو وارث کی جگہ لکھیں اور ان کے قرضوں کو ان کے نیچے حصوں کی جگہ میں لکھیں، پھر تمام قرض خواہوں کے قرضوں کو جمع کر کے مجموعہ مخرج کو اصل مسئلہ قرار کر مسئلہ کی جگہ لکھ لیں اور دوسری طرف کل ترکہ لکھیں۔ اب ہر قرض خواہ کے قرضہ کو ترکہ میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو کل مسئلہ پر تقسیم کریں، اس طرح ہر قرض خیر خواں کا حصہ معلوم ہو جائے گا۔

مثال:

600   ترکہ:300

زید	عمرو	بکر
300	200	100
150	100	50

فارمولا	قرضہ x ترکہ	=	حاصل	÷	کل قرضہ	=	ہر قرض خواہ کا حصہ
زید:	300 x 300	=	90000	÷	600	=	150
عمرو:	300 x 200	=	60000	÷	600	=	100
بکر:	300 x 100	=	30000	÷	600	=	50

مُقاسمۃُ الجد

دادا کے ساتھ اگر میت کے بھائی یا بہنیں موجود ہوں تو اس صورت میں ان بہن بھائیوں کو میراث میں سے حصے ملے گا یا نہیں؟

اس بارے میں دو قول ہیں:

(۱) مفتی بہ قول: یہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔ اس کے مطابق ان بہن بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا یعنی باپ کی طرح دادا کی موجودگی میں بھی اخوہ محروم ہوتے ہیں۔

(۲) غیر مفتی بہ قول: یہ صاحبینؒ کا مذہب ہے۔

اس کے مطابق ان کو بھی میراث سے حصہ ملے گا۔ دادا کی موجودگی میں ان (بہن بھائیوں) میں جس طریقہ سے میراث تقسیم ہوتی ہے تقسیم میراث کے اس طریقہ کار کو "مقاسمۃ الجد" سے تعبیر کرتے ہیں۔

فوائد:

بنائے تلقیب:

مفتی بہ قول کے مطابق چونکہ دادا کی موجودگی میں بہن بھائیوں کے درمیان میراث تقسیم نہیں ہوتی اس لیے اس باب کو مقاسمۃ الجد سے ملقب کرنا مذہب صاحبین کی بنیاد پر ہے۔

تقسیم میراث:

مفتی بہ قول پر اکتفاء کرتے ہوئے، غیر مفتی بہ قول کے مطابق تقسیم میراث کے اس طریقہ "مقاسمۃ الجد" کو اختصار و عدم ضرورت کی بناء پر ترک کیا جاتا ہے۔

حمل کا حصہ

اگر میت کے ترکہ میں کوئی ایسا بچہ وارث بن رہا ہو جو ابھی حمل میں ہو تو بہتر یہ ہے کہ فی الحال تقسیم روک دی جائے اور وضع حمل تک انتظار کیا جائے، خصوصاً جب ولادت قریب ہو تاکہ صورت حال واضح ہو جائے۔ اور اگر تقسیم فی الحال ناگزیر ہو تو پھر ترکہ کی تقسیم کی جائے گی، لیکن تقسیم سے پہلے چند ضروری مسائل کا جاننا ضروری ہے۔

۱۔ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے جب میت کی زوجہ حاملہ ہو، لہٰذا دو سال کے اندر پیدا ہونے والا بچہ میراث کا مستحق ہے، جبکہ کم سے کم مدت چھ مہینے ہے مثلاً میت کی ماں حاملہ ہو تو چھ مہینے کے اندر پیدا ہونے والا وارث ہو گا۔

۲۔ مفتٰی بہ قول کے مطابق حمل کا عدد ایک فرض کیا جائے گا کہ یعنی کہ ایک بچہ پیٹ میں ہے اور صفت (ذکورت وانوثت) وہ فرض کی جائے گی جو حمل کے لئے بہتر ہو یعنی اگر حمل ایک صورت میں وارث بن جاتا ہے اور دوسری صورت میں محجوب، تو وارث والی صورت فرض کی جائے گی۔ چاہیے پھر وہ مذکر بننے میں وارث بن جاتا ہے یا مؤنث بننے میں وارث بن جاتا ہے ۔

پھر تقسیم کے دوران ایک دفعہ حمل کو لڑکا فرض کر کے اور دوسری دفعہ اس کو لڑکی سمجھ کر پھر موجودہ ورثاء کے حصے معلوم کریں۔

جس تقسیم میں موجودہ دوسرے ورثاء کو کم حصہ ملتا ہے، اس کے مطابق ان کو حصہ دے دیں اور باقی حمل کے حصے کو وضع حمل تک محفوظ رکھیں۔ نیز موجودہ ورثاء سے اس بات کا عہد لیا جائے کہ اگر کچھ واپس کرنا پڑے تو وہ واپس کر دیں گے اور کوئی شخص ان میں سے اس کی ضمانت بھی لے۔

اب اگر وہ حمل لڑکا پیدا ہوا اور حصہ بھی لڑکے والا رکھا تھا تو فبہا، ورنہ لڑکی پیدا ہونے کی صورت میں جو اس کا حصہ بنے وہ اس کو دے دیا جائے اور جو باقی بچے وہ دیگر ورثاء پر ان کے حصص کے مطابق پھر تقسیم کریں۔

مثال:

ورثاء: حاملہ زوجہ، دو بہن اور والدہ۔

24

زوجہ	2بہن	والدہ	حمل(بیٹا)
$\frac{1}{8}$	محروم	$\frac{1}{6}$	(باقی)
3	——	4	17

24

زوجہ	2بہن	والدہ	حمل(بیٹی)
3	باقی(5)	4	12

وضاحت:

پہلی صورت میں بیٹے کی موجودگی میں بہنیں محروم ہیں اور دوسری صورت میں حمل بیٹی تصور کر کے 12 حصے بیٹی کو ملے اور بیٹے کے حصے 17 میں سے 5 حصے باقی بچے، وہ بہنیں، بیٹی کی موجودگی میں عصبہ مع الغیر کے طور پر لیں گے۔

اب اگر وضع حمل کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو پہلی صورت پر عمل ہو گئی، مسئلے میں کوئی تغیر و تبدیلی کی ضرورت نہیں اور اگر بیٹی پیدا ہوئی تو پھر لڑکے کے 17 حصوں میں سے 12 حصے بیٹی کو اور باقی 5 حصے بہنوں کو دیں گے۔

مثال:

ترکہ: 24000 روپے۔ ورثا: حاملہ بیوی، ماں، باپ، ایک بیٹی، حقیقی بھائی، بہن

24 کل ترکہ: 24000

بیوی	ماں	باپ	بیٹی	حمل(بیٹا)	حقیقی بھائی بہن
$\frac{3}{24}$	$\frac{4}{24}$	$\frac{4}{24}$	---باقی	$(\frac{13}{24})$---	محروم
3	4	4		13	———

27 ⁄ 24

بیوی	ماں	باپ	بیٹی	حمل (بیٹی)	حقیقی بھائی بہن
3	4	4	----(16)----		محروم

وضاحت:

پہلی صورت میں بیوی کو 3، ماں کو 4، اور باپ کو 4 اکائیاں ملتی ہیں۔ حمل کو ایک لڑکا فرض کرتے ہیں تو ذوی الفروض کے حصوں کا مجموعہ 11 بنتا ہے اور چونکہ بیٹا عصبہ ہے لہٰذا باقی 13 اکائیاں ان دونوں (بیٹی + حمل) میں للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدے کے مطابق تقسیم ہوں گی۔ بھائی، بہنیں، باپ اور اولاد کی موجودگی میں محروم ہیں لہٰذا بھائی بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

دوسری صورت میں حمل کو لڑکی فرض کرنے سے بیوی کو 3، ماں کو 4، باپ کو 4 اور دو بیٹیوں (بیٹی + حمل) کو 16 اکائیاں ملیں گی۔ پھر ان کے حصوں کا مجموعہ 27 بنتا ہے۔

پہلی صورت میں سب کے اکائیوں کو 24 پر تقسیم کرنا ہو گا جبکہ دوسری صورت میں ان کو 27 پر تقسیم کرنا پڑے گا جو کہ عول کی صورت ہے۔ چونکہ دوسری صورت سوائے بیٹی کے باقی تمام ورثاء کو حصہ کم ملتا ہے لہٰذا ان کے بارے میں دوسری صورت پر عمل کیا جائے گا یعنی بیوی کو 2666.67 روپے دیے جائیں گے اور ماں، باپ میں ہر ایک کو 3555.56 روپے، جبکہ بیٹی کو دوسری صورت کے مطابق 4333.33 روپے ملیں گے۔

اب اگر وضع حمل کے بعد ایک لڑکا پیدا ہو تو بیٹی کو تو مزید کچھ نہیں ملیں گا لیکن اس لڑکے کو 8666.66 روپے دینے کے بعد بیوی کو 333.33 روپے اور ماں، باپ میں ہر ایک کو 444.46 روپے مزید دیئے جائیں گے۔

اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اس صورت میں بیوی اور ماں، باپ کو تو مزید کچھ بھی نہیں ملے گا لیکن بیٹی کو 2777.78 روپے مزید دیئے جائیں گے یعنی ہر بیٹی کو 7111.11 روپے ملیں گے۔

مثال:

عزیز اپنے بیٹے مجید کے انتقال کے دو ماہ بعد وفات پایا، عزیز نے اپنے پیچھے ، اپنی زوجہ، والد اور بیٹے مجید کی حاملہ زوجہ ورثاء چھوڑے۔

24

زوجہ	باپ	حمل (پوتا)	بیٹے کی زوجہ
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{6}$	باقی	محروم
3	4	17	———

24

زوجہ	باپ	باپ	حمل (پوتی)	بیٹے کی زوجہ
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{6}$	باقی	$\frac{1}{2}$	محروم
3	4	5	12	———

وضاحت:

یہ ضروری نہیں کہ جس حمل کے لیے حصہ امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے وہ میت کی زوجہ کا حمل ہو بلکہ وہ حاملہ عورت میت کی دوسری رشتہ دار بھی ہو سکتی ہے۔

اس مسئلے میں بھی اگر لڑکا (پوتا) پیدا ہوا تو 17 حصے امانتاً رکھے تھے وہ تمام لڑکے کو دیں گے مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو پھر رکھے ہوئے 17 حصوں میں سے 12 لڑکی (پوتی) کو دیں گے اور باقی حصے 5 باپ کو دوبارہ بطور عصبہ دیں گے۔

مفقود الخبر

وہ گمشدہ شخص جس کی زندگی یا موت کا پتہ نہ چلے، محققین علماء احناف نے مفقود الخبر کی زوجہ کے نکاح کے جواز کے بارے میں امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ جس دن مسلمان حاکم نے اس کی موت کا فیصلہ کیا، اسی دن سے اس کی زوجہ کا نکاح ختم ہو جائے گا۔ اب چار ماہ دس دن عدت گزارنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے لیکن میراث کی تقسیم کے بارے میں امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ دونوں نے نوے سال یا حاکم کی طے کردہ مدت مقرر فرمائی ہے۔

الغرض جس تاریخ سے یہ گم ہو چکا ہے دوسروں کے مال کے حق میں مردہ اور اپنے مال کے حق میں زندہ شمار ہوگا۔

اس لیے اس کا مال اس وقت تک قابل تقسیم نہیں ہوتا جب تک اس کی موت کا حکم نہ لگے اور دوسروں کی میراث میں اس کا حصہ اس کو زندہ اور پھر مردہ فرض کر کے جس صورت میں دوسرے ورثاء کا حصہ کم بنتا ہو وہ ان کو دے کر باقی کو اس کی واپسی یا موت کے حکم لگنے تک محفوظ رکھا جائے گا۔ اب اگر مفقود واپس آجائے تو حی (زندہ) والی صورت پر عمل کریں گے اور اگر واپس نہ آئے تو میت والی صورت پر عمل کریں گے۔

اگر یہ واپس آیا تو دوسروں کے مال میں اس کو اس صورت میں جتنا ملنا تھا دلوایا جائے گا اور اگر موت کا حکم لگا تو اگر یہ موت حکمی ہے یعنی اس کا پتہ تو نہیں چلا لیکن قرائن پر حاکم نے فیصلہ کیا، تو اُس کی اس میراث میں جو دوسروں سے اس کو ملی ہے اسکے وہ تمام ورثاء حصہ دار ہوں گے جو اسکی گمشدگی کے بعد زندہ تھے۔

اور اگر یہ موت یقینی ہے یعنی یقینی طور پر تحقیق سے پتہ چلا کہ وہ فلاں تاریخ کو مر گیا تھا تو پھر اس تاریخ سے اسکی موت کا حساب ہوگا جس وقت وہ مر گیا تھا، لہٰذا جو مال یہ خود چھوڑ کر گم ہوا تھا تو اگر اسکی موت حکمی ہے تو اس کے مال میں اسکے وہ ورثاء حقدار ہوں گے جو اسکے حکمی موت کے بعد زندہ تھے اور اگر اسکی موت یقینی ہے یعنی یقینی طور پر تحقیق سے پتہ چلا کہ وہ فلاں تاریخ کو مر گیا تھا تو پھر اس تاریخ سے اسکی موت کا حساب ہوگا جس وقت وہ مر گیا تھا۔

عام طور پر اسکی موت کا حکم اس وقت لگایا جاتا ہے جب اسکی عمر اپنے علاقے کی زیادہ سے زیادہ فوت شدہ معمر شخص کے برابر ہو جائے لیکن حاکم قرائن دیکھ کر کسی اور وجہ سے بھی موت کا حکم لگا سکتا ہے۔

الغرض تقسیم وارثت میں مفقود کی دو حیثیتیں ہیں:

(۱) اپنے مال میں زندہ شمار کیا جائے لہٰذا نہ اس کا مال میراث ہے اور نہ اس کی بیوی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

(۲) غیر کے مال میں مردہ شمار کیا جائے لہٰذا وہ کسی کا وارث نہیں ہو گا یعنی کسی سے میراث نہیں پاتا۔

مثال:

مسئلہ: 6

شوہر	عینی بھائی	اخیافی بھائی	اخیافی بہن مفقود (میت)
$\frac{1}{6}$	باقی	$\frac{1}{6}$	x
3	2	1	———

مسئلہ: 6

شوہر	عینی بھائی	اخیافی بھائی	اخیافی بہن مفقود (حی)
$\frac{1}{6}$	باقی	-------- ثلث (2) --------	
3	1	1	1

مثال: ترکہ: 27000 روپے، ورثاء: بیوی، ماں، باپ، دو بیٹیاں، ایک کنوارا بیٹا مفقود الخبر ہے۔ بیٹے کی گمشدگی کے کچھ عرصہ بعد اسکی ماں یعنی میت کی بیوی بھی فوت ہو گئی۔ مفقود الخبر بیٹے کا کل سرمایہ 3 لاکھ روپیہ منجمد پڑا تھا کہ ورثاء نے آپس میں میراث تقسیم کرنے کا ارادہ کیا۔ میت کا مال کیسے تقسیم ہو گا۔

24 ⁄ 27 ترکہ:27000

بیوی	ماں	باپ	دو بیٹیاں	بیٹا(فرضی مردہ)
3	4	4	16	x
3000	4000	4000	16000	——

موجودہ صورت میں بیوی کے 3،ماں کے 4، باپ کے 4اور بیٹیوں کے 16 حصے ہوتے ہیں۔

مسئلہ:24

بیوی	ماں	باپ	دو بیٹیاں	بیٹا(فرضی زندہ)
3	4	4	ـــــــ(باقی)ـــــــ	
3375	4500	4500	7312.50	7312.50

بیوی،ماں اور باپ کا حصہ پہلی صورت میں کم ہوتا ہے اور بیٹیوں کا دوسری صورت میں کم ہے۔ لہٰذا دیگر ورثاء کو پہلی صورت کے حساب سے اور بیٹیوں کو دوسری صورت کے حساب سے فی الحال حصہ دیا جائے گا۔ پس ہر بیٹی کو 3656.25روپے،ماں اور باپ میں ہر ایک کو 4000روپے اور بیوی کو 3000روپے دیکر انتظار کروایا جائے گا اور باقی (375+ 500+ 500+ 7312 .5 =) 8687.5روپیہ محفوظ کیا جائے گا۔

اب اگر میت کا بیٹا آگیا تو ماں باپ کو پانچ پانچ سو، بیوی کو 375روپے مزید اور گمشدہ بیٹے کو 7312.50روپیہ دیا جائے گا۔

اور اگر حاکم نے اگر گمشدہ بیٹے کی موت کا فیصلہ کیا تو ہر بیٹی کو مزید 4343.75روپیہ دیئے جائیں گے۔ تاکہ پہلی صورت کے مطابق ہر بیٹی کے 8000روپے حصہ مکمل ہوجائے (3656.25 + 75. 4343 =8000)اسکے علاوہ گمشدہ بیٹے کی موت کی صورت میں اس کا سرمایہ 3لاکھ روپیہ گمشدہ کی بہنوں اور دادا، دادی یعنی میت اول کے ماں، باپ میں تقسیم کیا جائے گا بشرطیکہ یہ سب اس فیصلے کے بعد زندہ رہے ہوں اور اس کی ماں تو چونکہ ایام گمشدگی میں ہی مرگئی تھی اس لیے اس کا حصہ نہیں ہوگا۔ اگر یہ سب رشتہ دار زندہ ہوں تو اسکے تین لاکھ میں سے 50ہزار

روپے دادی کو اور باقی ڈھائی لاکھ اسکے دادا کو دیئے جائیں گے اور اسکی بہنیں محروم رہیں گی کیونکہ بھائی یا بہنیں فقہ حنفی کے مفتی بہ قول کے مطابق، دادا کی موجودگی میں محروم رہتے ہیں۔

مثال:

مسئلہ: 24

دادی	دادا	بہنیں
$\frac{4}{24}$	باقی	محروم
50000روپے	250000روپے	———

خنثیٰ مشکل

خنثیٰ سے مراد یہاں خنثیٰ مشکل ہے، جس کی دونوں حالتیں ایسی مشتبہ ہوں کہ کسی بھی طرح سے کسی ایک جانب کو ترجیح نہ دی جاسکے یعنی جس میں مردوں اور عورتوں دونوں کی علامات بیک وقت پائی جائیں۔

میراث میں اس کا حکم اسوء الحالین ہے یعنی اس حالت میں اس کو ایک دفعہ مرد تصور کیا جائے گا اور ایک دفعہ عورت اور دیکھا جائے گا کہ کس صورت میں یہ محروم رہتا ہے یا اس کا حصہ کم بنتا ہے تو اسی صورت کا اعتبار کیا جائے گا، گویا کہ یہ صورت مفقود الخبر اور حمل کا عکس ہے۔اس کے حصے کی تعیین میں اس کی بات نہیں مانی جائے گی کہ وہ اپنے آپ کو خود کیا سمجھتا ہے بلکہ حاکم کا فیصلہ نافذ ہو گا۔

مثال:

مسئلہ: 5

بیٹا	بیٹی	ولد خنثیٰ (مذکر)
2	1	2

مسئلہ: 4		اسوء الحالین (نقصان)
بیٹا	بیٹی	ولد خنثیٰ (مؤنث)
2	1	1

مثال:

مسئلہ: 2		اسوء الحالین (حرمان)
شوہر	عینی بہن	مخنث (مذکر) علاتی بھائی
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	باقی
1	1	

مسئلہ: 6 عر 7		
شوہر	عینی بہن	مخنث (مؤنث) علاتی بہن
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$
3	3	1

مثال: فہیم نے اپنے پیچھے ایک بیوی، ماں، باپ، ایک حقیقی بھائی اور ایک خنثیٰ مشکل (بیٹا/ بیٹی) چھوڑے، ان میں اس کا ترکہ 48000 روپے کیسے تقسیم ہو گا۔

مثال:

24				ترکہ: 48000 روپے
بیوی	ماں	باپ	حقیقی بھائی	ولد خنثیٰ (مذکر) بیٹا
$\frac{3}{24}$	$\frac{4}{24}$	$\frac{4}{24}$	محروم	باقی $\left(\frac{13}{24}\right)$
6000	8000	8000	——	26000

24				اسوء الحالین
بیوی	ماں	باپ	باپ	حقیقی بھائی	ولد خنثیٰ (مؤنث) بیٹی

بیوی	ماں	باپ	باپ	حقیقی بھائی	ولد خنثیٰ (مؤنث) بیٹی
3	4	4	باقی	محروم	12
600	800	6000	2000	——	24000

ایک دفعہ خنثیٰ کو مرد تصور کیا تو بیوی کو 6000، ماں کو 8000، باپ کو 8000 اور خنثیٰ کو 26000 روپے ملے اور ایک دفعہ اس کو بیٹی فرض کیا تو اس کا حصہ 24000 اور باقی 2000 روپے پھر عصبہ ہونے کی وجہ سے باپ کو مل گئے۔ چونکہ دوسری صورت میں خنثیٰ کا حصہ کم بنتا ہے اس لئے اس کے حق میں یہی نافذ کیا جائے گا۔

مرگ انبوہ

(غرقیٰ، حرقیٰ، ھدمیٰ)

(ڈوب کر، جل کر، دیوار گر کر ہلاک ہونے والے)

اگر ناگہانی کئی افراد کسی بھی وجہ مثلاً کسی حادثہ میں انتقال کر جائے جو ایک دوسرے کے وارث ہوں اور ان کے موت میں تقدیم وتاخیر کا علم نہ ہو سکے تو مفتی بہ قول کے مطابق ان میں سے کوئی بھی دوسرے کا وارث نہیں ہوگا، لہٰذا ان وفات شدہ کو تقسیم کے وقت ورثاء کی فہرست میں شامل نہ کیا جائے یعنی تقسیمِ ترکہ کے دوران مناسخہ کا عمل نہ کیا جائے۔ البتہ ان سب وفات شدہ سے، ان کے زندہ رشتہ دار میراث لیں گے۔ یہی جمہور کا مسلک ہے۔

مثال: ایک حادثے میں دو بھائی زید اور عمر دونوں اکھٹے مر گئے ہیں۔

مسئلہ: 6 ترکہ: 90 روپے، اخ زید

ام (زینب)	بنت (رقیہ)	مولی العتاقہ (عبداللہ)
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$	باقی
1	3	2
15	45	30

مسئلہ: 6		30 ترکہ: 90 روپے، اخ عمر
ام (زینب)	بنت (خالدہ)	مولی العتاقہ (عبدالرحمن)
1	3	2
15	25	30

الاموات — اخ زید واخ عمر۔ کل ترکہ: 180 روپے

الاحیاء

ام	بنت	بنت	مولی العتاقہ	مولی العتاقہ
(زینب)	(رقیہ)	(خالدہ)	(عبداللہ)	(عبدالرحمن)
30	45	45	30	30

مثال:

رشید (باپ) اور اسکا کنوارا (بیٹا) سلیم ایک ایکسیڈنٹ میں اکھٹے مر گئے۔ رشید کا ترکہ 80000 روپے اور سلیم کا ترکہ 42000 روپے ہے، ترکہ کو رشید کی بیوی، دو بیٹوں جو زندہ ہیں اور ایک بیٹی میں تقسیم کریں۔

مثال:

مسئلہ: 24		(میت رشید)	ترکہ: 80000
بیوی (آمنہ)	بیٹا (احمد)	بیٹا (محمد)	بیٹی (زینب)
$\frac{3}{24}$	----------------	باقی (21)	----------------
10000	28000	28000	14000

مسئلہ: 24		(میت سلیم)	ترکہ: 42000
ماں (آمنہ)	بھائی (احمد)	بھائی (محمد)	بہن (زینب)
$\frac{4}{24}$	----------------	باقی (20)	----------------
7000	14000	14000	7000

رشید کے ترکے میں اسکی بیوی، دو زندہ بیٹوں میں سے ہر ایک کو اور ایک بیٹی کو بالترتیب 10000 , 28000 اور 14000 روپے ملے۔ سلیم کی ترکہ میں اسکی ماں، دو بھائیوں میں سے ہر ایک کو اور ایک بہن کو بالترتیب 7000,7000 اور 14000 روپے ملے۔ رشید کا ترکہ اسکے مردہ بیٹے کو اور اس بیٹے کا ترکہ مردہ باپ کو نہیں ملا۔

اب مجموعی طور پر رشید کی بیوی اور سلیم کی ماں کو 7000 + 10000 = 17000 روپے ملے، رشید کے بیٹوں میں سے ہر ایک کو اور سلیم کے بھائیوں میں سے ہر ایک کو 14000 + 28000 = 42000 روپے ملے اور رشید کی بیٹی اور سلیم کی بہن کو 7000 + 14000 = 21000 روپے ملے۔

مرتد

مرتد وہ شخص ہے جو (العیاذ باللہ) اسلام سے پھر جائے۔

مرتد کے بھی مفقود کی طرح دو حیثیتیں ہیں:

۱) مرتد کے ذاتی مال کا حکم۔

۲) ورثاء کے مال اور ترکہ میں مرتد کے حصہ میراث کا حکم۔

حکم مال مرتد:

اگر مرتد توبہ نہ کرے اور حالت ارتداد میں حقیقی موت مرے جیسے خود مرے یا کوئی اسے قتل کرے یا حکومت سزا دے یا حکمی موت مرے جیسے جان بچا کر دار الحراب بھاگنے میں کامیاب ہو جائے اور قاضی اس کے لحوق بدار الحراب کا حکم جاری کرے تو تفصیل یہ ہے۔

مرتد:

مرتد کے احوال تین قسم کے ہو سکتے ہیں۔

- حالت اسلام میں کمایا گیا مال۔
- حالت اتداد میں، دار الاسلام میں کمایا گیا مال۔

❖ دارالحراب بھاگ جانے کے بعد کمایا گیا مال۔

تیسری قسم مال اگر ہاتھ لگ گیا تو بالاتفاق "مال فیئ" شمار کر کے بیت المال میں جمع کیا جائے گا،اور پہلے دو قسم اموال میں اختلاف کی وجہ سے تین اقوال ہیں:

1) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حالت اسلام میں حاصل شدہ مال ورثہ میں تقسیم ہو گا اور حالت ارتداد کا مال بیت المال میں جمع ہو گا۔

2) صاحبین کے نزدیک دونوں قسم کے اموال ورثہ میں تقسیم ہوں گے۔

3) امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں قسم کے اموال بیت المال میں جمع ہوں گے۔

مرتدۃ:

مرتدہ کے تینوں قسم اموال بالاتفاق اس کے ورثہ میں تقسیم ہوں گے۔

حکم حصۂ میراث:

ارتداد کا جرم مرد کرے یا عورت وہ کسی کا وارث نہیں ہو سکتا۔الا یہ کہ خدانخواستہ پوری بستی مرتد (مثلاً قادیانی یا عیسائی) بن جائے اور حکومت کی کمزوری کی بناء پر ان پر سزا جاری نہ ہو سکے تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے،اس لیے کہ وہ اہل حرب کے حکم میں ہو گئے۔**والحربی یرث من الحربی۔**

قیدی کی وراثت

اگر کوئی مسلمان، دشمن (کافر) کے ہاتھوں قید ہو جائے تو اس کے تین احوال ہیں:

1) اگر وہ ابھی تک قید میں اپنے دین اسلام پر قائم ہے تو اس کا حکم عام مسلمانوں جیسا ہے یعنی وہ بھی ترکہ اور تقسیم میراث میں باقی مسلمانوں ورثاء کی طرح ایک وارث فرد شمار ہو گا۔

2) اگر خدانخواستہ اُن کے ہاتھوں پہنچ کر اپنا مذہب چھوڑ دیا تو اس کا حکم مرتد کا سا ہو گا۔

3) اور اگر اس کے زندگی اور موت یا ارتداد و عدم ارتداد کا پتہ نہ چلے تو اس کا حکم مفقود والا ہو گا۔

فلا یُقسِم ماله ولا تزوج امرأتُه حتی یَنْکَشِف خبره۔

تمت بالخیر

الحمد لله تتم الصالحات والصلوة علی رسوله تَهتدی به المخلوقات

اللّٰهم تقبله بقبول حسنٍ خالصًا لوجهك الكريم

واغفرلی ولوالدیّ ولا ساتذتی یوم الدین

امین یا رب العالمین

ابو معاویہ محمد ایاز درانی

جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

مراجع و مصادر

☆ قرآن کریم
☆ تسہیل السراجی
☆ سراجی
☆ فہم المیراث
☆ شریفیہ
☆ عام فہم میراث
☆ مفید الوارثین
☆ آسان میراث
☆ فہم میراث کی آسان راہیں
☆ اسلام کا قانون وراثت و صیت

پہلی بار تحریر: 1998ء
پہلی ایڈیشن اضافہ و ترمیم: 2012 بمطابق رمضان المبارک 1433ھ
دوسری ایڈیشن: 2014ء
تیسری ایڈیشن مع اضافہ و ترمیم:
اکتوبر، نومبر 2019ء بمطابق صفر و ربیع الاول ۱۴۴۱ھ